

مولفہٗ و مرتبہٗ

متکلّم و مناظر لاثانی منشی سید سجاد حسین صاحب

مصنفِ جامِ جہاں نما۔ شرح کنز مکتوم فی عقد ام کلثوم۔ مشعل ہدایت

تقریر دلپذیر۔ سرمۂ خاموشی۔ آفتاب خلافت۔ الہادی

الآیات۔ صراط مستقیم۔ تصویر غالب و مغلوب

وغیرہ

قومی خدمت

کوئی کام جو قوم کی فلاح بہبود اور فائدہ رسانی کی خاطر کیا جائے ضرور قومی خدمت ہے۔ قومی ضروریات کا پورا کرنا ضرور قومی خدمت ہے۔ ضروریات قومی میں سب سے مقدم وہ ہیں جن سے تزکیہ نفس ہو انسان انسان بنے صفات حمیدہ علم و حلم خلق و مروت عجز و انکسار مختصر یہ کہ تمیز و تہذیب حاصل کرے۔ اس کا دارومدار ہے تعلیم پر۔ اور وہ تعلیم سب سے عمدہ اور ضروری ہے جو انسان کو اسکے خالق و مالک نے دی ہو۔ یہ تعلیم اُنہیں برگزیدہ مقدس نفوس کے ذریعہ سے ہم تک پہنچ سکتی ہے جنہیں خود خدا نے منتخب فرمایا اور محض اسی امر پر مامور فرمایا کہ انسان کو انسان بنا دیں۔ اُن کی تعلیم و تربیت فی الحقیقت ایسی ہے کہ آدمی آدمی بنے۔ ایسی تعلیم کو اور ان بزرگواروں کے ارشادات و ہدایات کو اگر آپ اپنی زبان میں یکجا دیکھنا چاہیں تو

"تہذیب اسلام" کو دیکھیں

تہذیب اسلام اسلامی تہذیب کے کامل مجموعہ کا نام ہے۔

تہذیب اسلام میں تمدن و تہذیب یعنی طرز معیشت اور زندگی بسر کرنے کے تمام اصول و قواعد پر پوری بحث کی گئی ہے کوئی ادنے سے ادنے بات خواہ روحانی ہو یا جسمانی معاد سے تعلق ہو یا معاش سے ایسی نہیں جو ناگفتہ یا ناتمام چھوڑ دی گئی ہو۔

تہذیب اسلام ستر حدیث کی کتاب ہے جس میں جناب رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ کے تمام اقوال و سنن جمع ہیں۔

تہذیب اسلام ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ کی مشہور کتاب حلیۃ المتقین کا ترجمہ ہے جسے عالی جناب مولوی حکیم سید مقبول احمد صاحب دام فیوضہم نے نہایت عام فہم و سلیس اُردو میں کروایا ہے۔ تہذیب اسلام کے ذریعہ سے اُن افراد قومی کو تعلیم و تہذیب اسلام سے باخبر اور آشنا کرنا مقصود ہے جو فارسی اور عربی سے ناآشنا ہیں اور ایسے فی زمانہ بکثرت ہیں کیا یہ قومی خدمت نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے پس اسکی قدر یا ناقدری قوم کے ہاتھ ہے و ما علینا الا البلاغ ضخامت ۲۷۸ صفحے سائز ۲۲×۱۸ تقطیع کاپی صحیح قلم نہایت خوشخط واضح اور شاندار کاغذ چکنا اور سفید تین قسم کا وزن کے لحاظ سے قیمت علحدہ کاغذ قسم اول عہ دوم عہ سوم عہ علاوہ محصولڈاک۔ فہرست مضامین اعلیٰ چھپائی اور کاغذ کا نمونہ مفت المشتہر منیجر جوہر اینڈ کمپنی دفتر شفاخانہ ہندوستانی جامع مسجد

ڈیڈیکیشن

یہ رسالہ متعلق بہ فضائل جناب امیر علیہ السلام ایک ایک عنوانِ خاص سے لکھا گیا ہے۔ لہذا مناسب سمجھا کہ ایسا نادر و پاکیزہ مضمون جناب مستطاب معلّٰے القاب حامی دین سیّد المرسلین مروج طریقۂ ائمہ معصومین علیہم السلام راجہ سید توکل حسین صاحب ادام اللہ وجودہ رئیس لورپور و تعلقہ دار سمن پور ضلع فیض آباد کے نام نامی و اسم گرامی سے معنون کروں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

حقیر سجاد حسین بارھوی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کی حمد اور رسول صلعم کی نعت و ائمہ علیہم السلام کی منقبت کے بعد عاصی پُر معاصی سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم و مغفور متوطن بہڑہ سادات ضلع مظفر نگر عرض کرتا ہے کہ نحیف اتفاقیہ شاہجہان پور کلان مین وارد ہوا۔ سید صغیر احمد صاحب متوطن امروہہ محلہ دانشمندان کے مکان پر جو کہ وہان ملازم ہین جلسہ ہوا مضامین سُننے کے لئے مومنین جمع ہوئے فقیر نے مضمون پڑہا سامعین نہایت محظوظ ہوئے ازانجملہ دو بزرگوار سُنی المذہب جن کے نام آگے درج کرونگا موجود تھے استماع مضامین سے ایسے متاثر ہوئے کہ بعد ختم جلسہ فرودگاہ حقیر پر قدمرنجہ فرماکر کہنے لگے کہ آپ نے جو آج یہ مضمون پڑہا کہ مذہب اہلسنت مین بہ مثل صدیق و فاروق یزید ابن معاویہ کو خلیفہ رسول مانا گیا ہی بلکہ من بعض الوجوہ اُس کی خلافت شیخین سے افضل ہے اور مذہب اہلسنت کبھی صحیح نہین ہوسکتا جب تک کہ یزید کی خلافت کا اعتقاد نہ کرین اس وحشتناک و حیرت انگیز بات کے سُننے سے طبیعت مین ایک طُغیان پیدا ہوا۔ اگر یہ دعویٰ صحیح کیا گیا ہے تو اصلیت پر مطلع کیجیئے تاکہ حقیقت حال دریافت کرکے غور کرین اگر ہمپر منکشف ہوگیا کہ یزید خلیفہ تسلیم کیا گیا ہے تو ابھی مذہب چھوڑ کر ہم آواز شیعہ ہوئے جاتے ہین۔ بندہ نے عرض کیا کہ یزید چونکہ عموماً بدکرداری سے نسبت دیا گیا ہے اس لیے آپ کو اُس کی امامت سے استعجاب ہوا۔ اگر مذہبی کتابون پر نظر ہوتی تو تعجب نہ ہوتا۔ آپ کی صحاح مین یہ مضمون موجود ہے + آنحضرت نے فرمایا کہ بعد ہمارے بارہ خلیفہ ہونگے شیعہ نے بہ اتباع ارشاد نبوی بارہ

اماموں کو جوکہ اولاد رسولؐ سے ہین نبیؐ کا خلیفہ برحق اعتقاد کیا اور آپ کے علمار نے وہ
بارہ شخص مقصود حدیث تجویز کئے جنمین یزید و مروان وغیرہ شامل ہین۔ آپ سے پہلے بھی لوگونکو
حدیث ائمہ دوازدگانہ کی تعبیر پر جوکہ اہل سنت نے کی ہے تعجب ہو چکا ہے۔ مین آپ صاحبونکو
بہ تفصیل تمامتر سُناتا ہون۔ تین آدمیوں نے علمائے اہل سنت سے دریافت کیا۔ اول شیخ
محمد یعقوب بجنوری نے پاکیزہ خیال میں دوم کلو خاں رئیس ہریال ضلع سہارنپور نے سوم
خواجہ ماجد حسین صاحب نائب الریاست راجہ راحت حسین و راجہ توکل حسین صاحب بالقابہ رئیس
لورپور تحصیل اکبرپور ضلع فیض آباد نے۔ دو بزرگ اول الذکر جواب پاکر شیعہ ہوئے اور
شخص ثالث جیسے پہلے اپنے مذہب پر مضبوطی سے پنجہ گاڑے ہوئے تھے ویسے ہی بلکہ
اس سے بھی مستحکم اب تک ہیں اُن پر مطلق اثر نہین ہوا۔ شیخ محمد یعقوب بجنوری کے استفسار
پر جواب پاکیزہ خیال شیخ احمد حسن صاحب رسوا متوطن بجنور نے رسالۂ الحقیقت مطبوعہ
مطبع مشرق العلوم بجنور کے صفحہ (۵۶) پر یہ تحریر فرمایا {بہ مفاد حدیث مندرجہ بخاری و
مسلم لازم تو یہی تھا کہ دوازدہ امام علیہم السلام کو اُن کا مقصود سمجھا جاوے۔ لہذا اہل
سنت نے نیک نیتی سے یقین کرتے وقت اُن پر نگاہ ڈالی۔ علم و فضل و زہد و اتقا و طہارت
میں تو کوئی اُن کا مثل نہ تھا۔ مگر اُن کو تسلط فی الارض نہ ہوا تھا ہمیشہ مغلوب رہے۔ لہذا
سنیون نے اُن کو چھوڑ کر وہ لوگ خلیفہ تجویز کیے جو کہ زمین پر حاکم ہوئے اُنھین مین سے
ایک یزید بھی ہے۔ اور جیسی کہ شوکت و سطوت اُس کو حاصل تھی ظاہر ہے۔ کفار عرب پر
اُسکا رعب غالب ہوگیا تھا} کلو خان رئیس ہریالی کو جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی
نے یہ جواب دیا (ہان علمار نے یزید کو بارہ خلفار کے ساتھ معدود کیا ہے) خواجہ ماجد حسین صاحب
نائب الریاست نے بذریعہ ایک تحریر رجسٹری شدہ کے چند علمائے اہل سنت سے دریافت کیا
اُسکا جو جواب ملا عرض کیا جاتا ہے۔ سوال و جواب کے معائنہ سے جملہ امور کی پوری توضیح ہوجائیگی

نقل رقعہ خواجہ ماجد حسین صاحب نائب الریاست لورپور

حضرات علمائے دین کی خدمت باسعادت میں گزارش کیا جاتا ہے کہ براہ دینداری و منصب
ہدایت امور ذیل کا اطمینان بخش جواب مرحمت فرمائیں۔

حدیث مندرجۂ بخاری شریف

(قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایزال ہذا الناس ماضیاً ما ولیہم اثنی عشر رجلاً کلہم من قریش) ترجمہ صواعق محرقہ کے صفحہ ... پر لکھا ہے کہ تمام صحاح اور خصوص مسلم و بخاری میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا (لایزال ہذا الامر عزیزاً ینصرون علی من اعدائہم علیہ اثنی عشر خلیفہ کلہم من قریش ہمیشہ باشد امر اسلام غلبہ و نصرت می یابد بر ہر کسے کہ با ایشان دشمنی کند بر امر خلافت تا دوازدہ خلیفہ کہ ہمہ ایشان از قریش باشند) سوائے ازین دیگر مقامات پر بھی آنحضرتؐ نے بارہ خلفاء کی بشارت دی ہے۔

ان الامر لاینقضی حتی یمضی فیہم اثنی عشر خلیفہ ۔ صفحہ ۳۲ سطر اول ترجمہ صواعق

لایزال الاسلام عزیزاً منیعاً الی اثنی عشر خلیفہ ۔ صفحہ ۳۲ سطر ۲۔

لایزال امتی قائماً حتی یمضی اثنی عشر خلیفہ کلہم من قریش صفحہ ۳۲ سطر ۴۔

لایزال امتی قائماً حتی یکون علیکم اثنی عشر خلیفہ کلہم یجتمع علیہ الامۃ صفحہ ۳۲ سطر ۴

از ابن مسعود رضی اللہ عنہ بسند حسن مرویست کہ از وے سوال کردند چند خلیفہ مالک این امر امت خواہند شد گفت از رسولؐ پرسیدم فرمود اثنی عشر کعدۃ نقباء بنی اسرائیل یعنی دوازدہ کس خلیفہ خواہند شد مثل عدد نقباء بنی اسرائیل (صفحہ ۳۲ ۔ سطر ۱۰۔

مطلب ان جملہ احادیث موصوف الصدر کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا بعد ہمارے بارہ خلیفہ ہون گے جب تک وہ ختم نہ ہولین گے قیامت نہ آئے گی سب کے سب پاک و ابرار دین خدا کی مدد کرنے والے ہون گے اُن کی تعداد ہمعدد نقباء بنی اسرائیل ہوگی۔ شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ مین بہ صفحہ ۱۶ و ۱۷ اپنی طولانی عربی عبارت لکھتے ہین جسکا ماحصل یہ ہے (آنحضرتؐ نے جو فرمایا ہے کہ بعد ہمارے بارہ خلیفہ ہون گے اُن کے باب مین قاضی عیاض کی رائے نہایت صحیح اور بر سر صواب ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے سب آدمیون نے اجماع کیا خلفاء اربعہ پر پھر بوقوع حکم حکمین (پنچایت میان علیؑ و معاویہ) معاویہ خلیفہ ہوئے اور بعد صلح امام حسنؑ امیر معاویہ پر تمام اُمت جمع ہوگئی از آن بعد یزید پر اتفاق اہل اسلام ہوا۔ مگر حسینؑ ابن علیؑ کے واسطے کسی مسلمان نے خلافت نبوی کو تجویز

نہیں کیا ابن زبیر کے قتل ہو جانے پر عبدالملک بن مروان خلیفہ بہ اجماع اُمّت ہوا پھر اُسکے چار بیٹے خلیفہ ہوئے جو کہ خلفاء مروانی کہے جاتے ہیں۔ پس ازآن ہشام وسلیمان ویزید ثانی مسند آرائے امامت ہوئے۔ خلفائے اربعہ کے بعد یہ سات کس خلیفہ ہوئے بارہواں یزید بن عبدالملک ہے۔ ان کے بعد پھر اس نوع کا اجماع امت پر نہیں ہوا۔ جابجا فتنہ وفساد ہوکر طائفۃ الملوکی شروع ہوگئی امن وامان اُٹھ گیا۔ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں حسب عقیدہ ۵ بالا تحریر فرمایا ہے۔ شرح فقہ اکبر کے صفحہ (۸۲) پر بھی یہ ہی نام درج ہیں۔ کنز العمال مولفہ علی متقی کی جلد ششم کتاب الفتن مطبوعہ مطبع نظامیہ حیدرآباد کے صفحہ ۶۲ پر بھی یہی مضمون لکھا ہے۔ شرح عقاید نسفی کے صفحہ (۱۰۲) پر عجیب مضمون نقل ہوا ہے۔ ابو شکور سلمی کہتے ہیں (فاما الیزید ابن معاویہ قال بعض الناس خلافتہ ثبتت باستخلاف معاویہ وتبعہ المسلمون عن اصحابہ وغیرہم من طریق القیاس ان طاعتہ کانت واجبۃ علی الحسین وجمیع المسلمین) یہ تقریر قاضی عیاض کی توجیہ متذکرہ بالا سے ملتی جلتی ہے۔ یعنی جب کہ معاویہ کے خلیفہ مقرر کرنے سے یزید کی خلافت اور سب نے تسلیم کرلیا تو کل اہل اسلام اور حسین ابن علی پر اُس کی اطاعت واجب ہوگئی۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی کتاب حجج الکرامت میں رقمطراز ہیں۔

"ابن العربی گفت نہ کشت یزید حسین را مگر بسیف جد وے یعنی بیعت برای یزید کردہ بود پس حسین بروے باغی شد زیراکہ کسان بسیار اقدام بر بیعت وے نمودند و استخلاف پدر او برائے وے اختیار کردند وباوجود استخلاف این چنین بغاوت کہ حسین کرد شائستہ نباشد وشک نیست کہ پدرش معاویہ خلیفہ حق بود واجماع مردم بروے بعد نزول امام حسن واقع شد"۔ مرزا حیرت دہلوی کرزن گزٹ میں لکھتے ہیں۔

(یزید کو مجرم قتل قرار دینے سے صحابہ کرام پر بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ اکثر صحابہ نے اُس کو امام جائز الاطاعت سمجھکر بیعت کرلی تھی اور کبھی اُس کو نہیں توڑا مرتے دم تک اُسی عقیدہ پر قایم رہے۔ جناب مولوی خلیل احمد صاحب مدرس مدرسہ دیوبند نے ہدایات الرشید کے صفحہ (۶۰۱) پر مفاد احادیث وہی تحریر فرمایا ہے جسکو اوپر سے

لکھتا چلا آرہا ہوں۔ آپ فرماتے ہین۔ "جسقدر اوصاف ائمہ دوازدہ گانہ کے بیان ہوئے ہیں اُن سب کا حال یہ ہے کہ اُس خلافت کو قوت و شوکت ہوگی اور اُس مین اضطراب و تزلزل و وقوع فتن نہ ہوگا۔ وہ اپنے اعداء پر غالب رہین گے اور بہ مقابلہ اُن کے کفار مغلوب ومنکوب ہوں گے اور اُمت اُنپر مجتمع ہوگی"۔ صواعق محرقہ میں لکھا ہے (لایجوز لعن یزید وتکفیرہٗ فانّہ من جملۃ المؤمنین وامرہ من مشیّۃ اللہ) یعنی "یزید پر لعن نہ کرنا چاہیئے اور نہ اُسکو کافر کہنا جائز ہے کیونکہ وہ زمرۂ مومنین سے تھا۔ جو فعل اُس سے واقع ہوا وہ مشیّت خدا تھی"۔ امام غزالی احیاء العلوم مین فرماتے ہین۔ "یزید اس قابل ہے کہ اُسکو دعائے مغفرت میں شریک کرلیا جائے جیسے کہ دیگر برادران اسلامی کی مسلت کرتے ہیں اُسی کا مستحق یزید بھی ہے"۔

جملہ عبارات مندرجۂ بالا کا نتیجہ یہ ہوا کہ یزید خلیفۂ جائز تھا۔ اصحاب رسولؐ نے اُسکو مجتمع ہوکر امام ملت مان لیا تھا اور ایک جائز و ذی حق خلیفہ یعنی امیر معاویہ نے اُسپر احکام استخلاف جاری فرمائے۔ جناب امام حسینؑ کے تمام افعال باغیانہ تھے اُن کا قتل و تضیئع نفوس و ہتک حرمت و غارتگری اموال تماماً حدود جواز میں تھا۔

حضرات علماء فرض منصبی سمجھکر امورات ذیل کا جواب عنایت فرمائین۔

(۱) یہ کہ جو حوالہ کتب دیئے گئے ہیں یہہ صحیح ہیں یا غلط۔

(۲) بصورت صحت اب اسلام ہے۔ اور ہم مسلمان کہنے کا حق رکھتے ہیں؟ کیونکہ احادیث میں یہ الفاظ ہیں۔ یہ دین زائل نہ ہوگا جب تک بارہ خلیفہ نہ ہولیں ہرگاہ بارہ کی تعداد آخر صدی اوّل یا شروع صدی دوم میں ختم ہوگئی تو ارشاد نبیؐ کہاں رہا۔ اگر بقاء اسلام کا اعتقاد کیا جائے تو ارشاد نبیؐ میں تناقض لازم آتا ہے

(۳) امام حسین علیہ السلام بجرم بغاوت مسلمان رہے یا معاذ اللہ کچھ اور ہو گئے؟

(۴) توضیح مفاد حدیث مین کہا گیا ہے کہ اُن بارہ کے اوقات حکومت میں فتنہ برپا نہ ہوگا۔ پس امام بخاری و مسلم نے اپنی اپنی کتابون میں ابواب مسمی بہ فتن کیوں قائم کیئے، اور خلیفۂ ثالث کا قتل فتنہ سے ہوا یا امن و امان سے؟

اِس استفسار کا جواب مولوی خلیل احمد صاحب نے اخبار النجم لکھنؤ مطبوعہ ۷ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۴ ہجری صفحہ ۴ کالم ۲ صفحہ ۵ کالم ۱ و ۲ پر باین الفاظ طبع کرایا۔ مولوی صاحب موصوف کے خط میں جو عبارت خطوط وحدانی میں ہے وہ بخیال توضیح مطالب منجانب حقیر ہے تاکہ ناظرین کی سمجھ میں خط کا مطلب بآسانی آجائے۔

" عالیجناب معلّٰی القاب جناب خواجہ ماجد حسین صاحب کی خدمت میں گزارش ہے نامۂ عالی عزت افزا ہوا۔ توجّہِ عالی کی باگ مناظرۂ مذہبی کیطرف مائل ہے جس مسئلہ کو آپ نے چھیڑا ہے اگر غور فرماتے تو غالباً تحریر کی نوبت نہ آتی۔ اور اگر آپ غور فرمائیں گے تو غالباً تسلّی ہو جائے گی اور مکرّر تحریر کی نوبت نہ آئے گی" (مولوی صاحب ایک استفسار سے ایسے گھبرائے کہ بیچارے مُستفسر کو مناظر تجویز کر لیا۔ اسمیں غور کرنے کی کیا ضرورت ہے باعتبار احادیث و اقوال علماء پوچھنے والے نے خوب جانچ کر لی تھی کہ اگر حوالے صحیح ہیں تو پھر سُنّیوں کے یزیدی ہونے میں کلام نہیں۔) اور اگر بااینہمہ مدنظر عالی مناظرہ ہی ہے تو ضرور ہے کہ امور ذیل ملحوظ خاطر عالی رہیں۔

(۱) تہذیب ہاتھ سے نہ چھوٹے اور کبھی کوئی کلمہ خلاف تہذیب قلم سے نہ نکلے۔ (۲) آداب مناظرہ سے کلام خارج نہ ہو۔ (۳) اعتقاد دوازدہ ائمّہ علی الترتیب المعروف عند الشیعہ اصل اصولِ مذہب ہے۔ (۴) تعیّن دوازدہ ائمہ بلکہ تمام مسئلہ امامت عند اہل سُنّت اصولِ مذہب سے نہیں ہے۔ (۵) اہل تشیع کے نزدیک عدد مذکور سے کمی و بیشی کا اعتقاد از مذہب کفر ہے نہ اہلِ سُنّت کے نزدیک۔ (۶) تنصیص علی العدد ما فوق کی نفی کو مستلزم نہیں۔ (۷) اصولِ اعتقادیات کے اثبات میں دلائل ظنّیہ کافی نہیں تا وقتیکہ قطعی غیر محتمل التاویل دلیل نہ ہوگی اصل اعتقاد بھی ثابت نہوگی (۸) فسق خلافت مطلقہ کے مضاد و مزاحم نہیں ہے۔ (۹) استحکام امر دین کیلئے عدالت خلیفہ ضرور نہیں ہے ممکن ہے کہ خلیفہ فاسق ہو اور اُسکے زمانہ میں امر دین قایم اور مستحکم ہو"

جملہ نمبروں کا جواب حوالۂ قلم کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کو اپنے دماغ پر زور ڈالنا نہ پڑے

اور مطلب ساتھ کے ساتھ حل ہوتا چلا جائے

جواب نمبر اوّل

سائل نے پہلے بد تہذیبی کی نہ آیندہ کرنے کا قصد رکھنا تھا فضول ہدایت فرمائی۔

جواب نمبر دوم

ہر عاقل مناظر خلاف داب مناظرہ گفتگو نہیں کر سکتا۔ تنبیہ بیجا ہے +

جواب نمبر سوم

سُنّی سائل کے مقابلہ میں اعتقاد شیعہ سے استدلال فضول ہے۔

جواب نمبر چھارم

اگر مسئلہ امامت عند السنیہ اصولی نہیں ہے تو شاہ صاحب نے تحفہ میں کیوں لکھا؟ "کہ خدائے تعالیٰ در آیۂ استخلاف منکر خلافت شیخین را کافر فرمود" ظاہر ہے کہ انکار اصول سے لزوم کفر ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ امامت اصولی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا جو شخص بلا معرفت امام زمانہ مر گیا وہ کافر ہو کر مرا۔ امام فخر الدین تفسیر کبیر میں تحت آیۂ استخلاف ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت امامت کے اصول دین ہونے پر بشارت دینے والی ہے بیضاوی شریف والے کتاب منہاج میں رقمطراز ہیں کہ مسئلۂ امامت اعظم اصول دین سے ہے اسپر دلالت کرتا ہے قول استروشی وہ یہ ہے کہ جو ابو بکر کو امام نہ مانے وہ کافر ہے شاہ ولی اللہ کا ازالۃ الخفا میں یہ قول قابل قدر ہے "بعلم الیقین معلوم شد کہ اثبات خلافت ایں بزرگواران (ابو بکر و عمر) اصلے ست از اصول دین تا وقتیکہ ایں اصل را محکم نہ گیرند ہیچ مسئلہ از مسائل شریعت محکم نہ شود ہر کہ در شکستن ایں اصل سعی می کند بہ حقیقت ہدم جمیع فنون مذہب میخواہد" محمد سمعیل شہید کتاب درجات امامت کی فصل اول مین لکھتے ہین (امامت در ہر کمال عبارت ست از حصول مشابہت تامہ بانبیاء اللہ در آں کمال پس مشابہ بانبیاء در علم احکام ہمین ملہمین محفوظین باشند پس کسیکہ در ہمان کمالات مذکورہ بانبیاء اللہ شباہت داشتہ باشد امامت او اکمل باشد از امامت سائرین کاملین لابد درمیان این امام اکمل و درمیان انبیاء اللہ امتیازے ظاہر نہ خواہد شد۔ الا بمرتبۂ نبوت۔ پس در حق مثل این

شخص تواں گفت کہ اگر بعد خاتم الانبیاء کسے بمرتبۂ نبوت فائز باشد ہر آئنہ ہمین اکمل الکاملین فائز میگردید چنانچہ در روایت (لوکان بعدی نبیاً لکان عمر) و در حق علیؑ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی وارد است) جو شخص عبارات بالا پر باانصاف اور سمجھکر نظر ڈالیگا وہ معلوم کرلےگا کہ حسب تسلیم عظمائے ملت امامت اصولی ہے اور ایسی باعزت کہ ہمتائے نبوت جو شخص کہ وقار امامت کے گھٹانے میں کوشاں ہو وہ بقول ولی اللہ صاحب ہادم بنیاد ملت ہے۔ مجیب کا جواب خلاف اعتقادات علمائے مذہب خود ہے جس پر التفات نہیں کیا جا سکتا نمبر سوم پر کہا گیا ہے کہ عند الشیعہ اعتقاد امامت اصولی ہے۔ بحمد اللہ یہی آواز علمائے اہل سنت کی آویزہ گوش سامعین ہوئی۔ پس امامت کو ان کا اصول نہ سمجھنے میں ہم دفتر سنیہ سے بھی سارٹیفکٹ کامیابی پائے ہوئے ہیں +

جواب نمبر پنجم

نبی صلعم نے چونکہ بارہ اوصیاء کے ہمعدد نقبا بنی اسرائیل خبر دی ہے لہذا یہ تعداد بڑھ گھٹ نہیں سکتی۔ آنحضرت نے نماز پنجگانہ کی سترہ رکعت بہ ضبط اوقات تعلیم فرمائی ہیں ان میں نہ کوئی کمی کر سکتا ہے نہ بیشی۔ کیا خوب۔ حضور بارہ اماموں کی خبر دیں اور سنی یہ کہیں کہ گو عدد امامت معین ہو چکا ہے۔ مگر ہمارے اختیارات بھی نبی سے کم نہیں اپنی مطلب برآری پیش نظر کرکے کاٹ تراش کرنے کا پورا منصب رکھتے ہیں۔

جواب نمبر ششم

جو شخص نبیؐ پر سچے دل سے ایمان لایا ہے وہ یہ ہی کہہ سکتا ہے کہ ائمہ کی تعداد بارہ سے تجاوز نہیں کر سکتی اور جس کے نزدیک اُن کا کلام لاابالی ہے وہ اختیار رکھتا ہے کہ فرد ائمہ کو بڑھا کر صدہا ائمہ کا قائل ہو جائے۔ اسی خود مختاری نے سنیوں کو یہ آزادی عنایت فرمائی کہ تمام سلاطین بنی اُمیہ و عباسیہ بلکہ زمانہ حال تک کے بادشاہوں کو خلیفۃ اللہ کا جواہر نگار تمغہ عنایت فرمادیا اگر فرد امامت کی وسعت ممکن تھی تو آنحضرت خود فرما دیتے کہ سرسری طور پر نظر کرنے سے ہمارے نزدیک بارہ کا عدد مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگر ضرورت زمانہ پر نظر کرکے دیگر عقلائے اسلام خلافت میں اضافہ کرنا چاہیں

تو بے تکلف سلطان روم تک کو خلعت خلافت سے ممتاز فرما سکتے ہیں۔

جواب نمبر ہفتم

یہاں بحث اصول اعتقادیات سے نہیں جسمیں یہ منطقی جھیلا ڈالا جائے کہ دلائل ظنیہ ہیں یا غیر محتمل التاویل۔ سائل نے صرف اسقدر پوچھا ہے کہ ائمۂ دوازدہ گانہ کی بشارت میں یزید داخل ہے یا نہیں اور بہ اعتبار منصب خلافت خلیفہ اول و دوم کے ساتھ وہ ایک کمرہ میں توا رثی چارپائی پر سو سکتا ہے یا کیا؟ طالب علمانہ چہ میگوئیوں سے کام نہیں چل سکتا۔ تعجب ہے کہ بخاری و مسلم کی احادیث کو ظنی و ناقابل وثوق کہا جاتا

جواب نمبر ہشتم

اگر فسق و فجور خلافت کے لیے مضر نہیں تو منبر پر بیٹھ کر کہدیجئے کہ سنو بھائی سنیو! زنا و لواط و شراب خواری و قمار بازی و جملہ اقسام فسق کے خلفاء مرتکب ہوا کرتے تھے مگر ان حرکات سے بنیاد خلافت کے استحکام میں کوئی فرق نہیں آیا تم ہر کاذب و غادر و خائن کو اپنا امام و پیشوائے دین سمجھے جاؤ۔

جواب نمبر نہم

یہاں مضمون صاف ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ ہر ایسے خلیفہ کے لیے جس سے امر دین مستحکم ہو عدالت ضروری نہیں۔ مختصر یہ کہ خلیفہ کیسا ہی بدعمل ہو مگر فتوح ممالک سے اسلام کو ترقی دے۔ نتیجہ یہ کہ یزید گو کہ بدعمل و اہل فسق سے تھا۔ مگر سواد اسلام کو بڑھایا تو سہی۔ پھر اُس کے خلیفہ برحق ماننے میں کیا تامل رہا؟

میں امید کرتا ہوں کہ جو اہل سُنت نو نمبر مجوزہ جناب خلیل احمد صاحب اور اُن کے مختصر جواب کو ملاحظہ فرمائیں گے وہ سمجھ لینگے کہ خواجہ ماجد حسین کی توجیہات کا معقول تو کیا خلیل احمد صاحب نامعقول جواب بھی نہ دے سکے۔ احادیث کی نسبت مولوی صاحب موصوف نے تسلیم فرمایا کہ صحاح اہل سنت میں موجود ہیں چنانچہ نمبر ہائے متذکرہ کے بعد اُنھوں نے مان لیا کہ بارہ خلفاء کی بابت جو اخبار وارد ہوئے ہیں اُن کی صحت میں کلام نہیں۔ شکر خدا کہ باقرار عالم اہل سُنت جملہ تفریعات خواجہ

صاحب قابل تشنیع سمجھی گئیں۔ کیونکہ چار نمبر مستفسرہ خواجہ صاحب سے ایک کا بھی جواب موجود نہیں ہے۔ اہل سنت کو لازم ہے کہ ان مطالب پر غور فرما کر طریقۂ موجودہ کو ترک کریں کیونکہ اسمیں مذہب یزیدی کا بدنما دھبہ ہے سُنّیوں کی آگاہی کے لیے میں یہ بھی تبلائے دیتا ہوں کہ یہ لوگ بذیل یزید کیوں معدود ہونا پسند کرتے ہیں۔ اُسکی وجہ یہ ہے کہ بہ متابعت احادیث نبوی متذکرۂ بالا و دیگر اخبار و بشارات واردہ بہ کتب سُنّیہ شیعہ نے بارہ امام وہ قرار دیے جو کہ پاک و طیب و طاہر و معصوم اولاد رسول صلعم سے ہیں۔ اہلِ سنّت کو یہ ناچاری واقع ہوئی کہ اگر وہ بھی اُنھیں بزرگوں کو مقصود احادیث ٹھہراتے ہیں تو بالکل جامۂ سُنّیت اُتار کر لباس تشیع زیب بدن کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہی امر امامت مابین سنی و شیعہ ما بہ الامتیاز ہے بارہ اماموں کا غلام شیعہ اور اُن کو طاغی و باغی کہنے والا پاک سنی۔

علاوہ بریں یہ وقت واقع ہوئی کہ اگر ائمہ دوازدہ گانہ کے قائل ہوں تو ثلاثہ کو کہاں لیجائیں بارہ میں تین ملائیں تو پندرہ ہو جائیں۔ نظر برآں محض بپاس خلفاء اُنھوں نے وہ بارہ خلیفہ داخل اعتقاد کرلیے جو کہ یکے بعد دیگرے زمین خدا پر حاکم ہوئے۔ چونکہ اُن میں کوئی پاک نفس نہ تھا بلکہ طرح طرح کی آلائش فسق سے آلودہ ہو رہا تھا بایں وجہ یہ من سمجھوتہ کرلیا کہ امامت کے لیے طہارت ضروری نہیں۔ فاسق و فاجر ہونا شان امامت کے لیے نازیبا نہیں۔ امام کی عزت ملک گیری و شمشیر بازی سے ہے نہ کہ پاکیزگی و نظافت سے۔

قصہ کوتاہ یہ تمام باتیں سُنکر دونوں صاحب غرق دریائے تحیر ہوئے۔ ایک رنگ ندامت چہرہ سے جاتا تھا اور دوسرا اُس سے خوشرنگ آتا تھا۔ غایت شرم و خجالت سے فرمانے لگے کہ ہم ان واقعات کی تکذیب کا کوئی مداوا اپنے پاس نہیں رکھتے مگر اتنی بات چاہتے ہیں کہ ہمارے مذہب کی اُن کتابوں سے جن کا دوران کلام میں ذکر آیا ہے صرف ایک کتاب دکھلا دیجیے جسمیں یزید کا نام بذیل خلفاء ثلاثہ درج ہو نیز یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ باعتبار منصب خلافت شیخین و یزید کیونکر ایک درجہ میں آسکتے ہیں اور یزید کے امام نہ سمجھنے سے مذہب اہل سنّت کس طرح برہم

ہو سکتا ہے اِس کو بہ تصریح دلیل معقول ذہن نشین سے سمجھا دیجئے بندہ نے عرض کی
کہ بھائی یہ تو سیدھی بات ہے آنحضرتؐ نے جو بارہ خلفاء کی خبر دی ہے اُسمیں
یہ تفریق نہیں فرمائی کہ نمبر اول سے لغایتہ فلاں تک ہمارے خلفاء شایستہ ہونگے
اور باقی بدشعار و ناہنجار۔ چنانچہ آپ کے علماء نے بھی اُن سب کی نسبت یہی کہا ہے
کہ اُن خلفاء کے زمانہ میں وقوع فتن نہوگا اور وہ اپنے اعداء پر غالب رہیں گے
کفار اُن کے اوقات حکومت میں مغلوب و منکوب ہونگے۔ فتوح ممالک سے اسلام
ترقی پائیگا پس جو کام شیخین نے کیا وہی دیگر بزرگواران سے وقوع پذیر ہوا۔
جیسے کہ نقباء بنی اسرائیل مساوی الحیثیت تھے وہی اتحاد مدارج اس جگہ ہونا چاہیئے
شیعہ کو دیکھیے۔ جن بارہ کے معتقد ہیں سب کو ایک درجہ کا اعتقاد کرتے ہیں علی ہذا
یہی حال سنّیوں کا ہونا چاہیئے۔ رہا امر ثانی کہ یزید کے امام نہ ماننے سے مذہب اہلسنت
برہم ہو سکتا ہے اُس کی ظاہر دلیل یہ ہے کہ جب اس سلسلہ کو جو کہ علماء نے ترتیب دیا
ہے اختیار کرینگے معاویہ و یزید و مروان و ولید و عبدالملک وغیرہم سب کو جو کہ ظاہراً خوش
اطوار نہ تھے خلیفہ ماننا پڑے گا جیسے کہ مان رہے ہیں اور اگر شرم از خدا و رسولؐ کرکے اِس
سڑک کو چھوڑینگے تو پھر وہی صراط مستقیم ہے جس پر شیعہ چل رہے ہیں جب اس راہ پر
آئیں گے مذہب اہل سنّت کا سب کیل کانٹا ڈھیلا ہو کر بائیسکل دھم سے چراغ پا
ہو جائیگی ایک بھی سنّی نہ رہیگا سب پنجتنی ہو جائینگے۔ کتابوں کی نسبت اُن سے کہا گیا کہ یہ
شہر مسلمانوں کا ہے۔ ذی عزت و اہل دول پٹھانوں کا مسکن ہے۔ غالباً اس جگہ کوئی مدرسہ
عربی ہوگا شرح فقہ اکبر کی تلاش کیجیے اگر مل جائے (صفحہ ۸۲) دیکھیے یزید کا نام نظر
آ جائیگا۔ اُسیوقت دونوں صاحب مولوی اعظم شاہ مدرس ہائی اسکول متوطن بلدۂ مذکور
محلہ تاجو خیل کی خدمتمیں بغرض استفسار تشریف لے گئے۔ مگر اصل معاملہ سے اُن کو اطلاع
نہ دی صرف اسقدر پوچھا کہ شرح فقہ اکبر موجود ہے؟ مولوی صاحب نے کتاب دیدی
حسب نشاندہی حقیر ہر دو صاحب نے ملاحظہ فرمایا معلوم ہوا کہ شیخین و معاویہ و یزید
و مروان سب خلیفۃ اللہ و ظل سبحانی تسلیم کیے گئے ہیں۔ مولوی صاحب نے بہت چاہا کہ مثل

خلیل احمد صاحب کچھ باتیں بنائیں مگر وہ ایسے خامکار نہ تھے کہ ملّانوں کی جھپیٹ میں آجاتے توبہ و استغفار کرتے ہوئے واپس آئے اور فرمایا کہ جلد مذہب شیعہ کے ارکان تعلیم کیجیے ہم آج یزیدی فرقہ سے نکلکر دامن پنجتن مضبوط پکڑتے ہیں میں نے سمجھایا کہ جلدی نہ کیجیے پرانے چھپروں کو ایک دم آگ نہ لگائیے۔ کچھ اور تسکین خاطر فرمالیجیے۔ کہنے لگے کہ دیگ سے ایک دانہ دیکھکر تہِ دیگ کا حال معلوم کرلیتے ہیں جبکہ ایسی معتبر کتاب کا حوالہ صحیح نکلا تو دیگر میں نہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب کے جواب نے بالکل دل توڑدیا ہم کب ایسے مذہب کو پسند کرسکتے ہیں جسمیں امام کے لیے عدالت شرط نہ ہو۔ اور فاسق کی خلافت واجب الاتباع سمجھی گئی ہو۔ ہائے افسوس مولوی خلیل احمد صاحب سے خواجہ ماجد حسین صاحب کے سوال نمبر (۲) کا جسمیں پوچھا گیا تھا کہ اب دنیا میں اسلام ہے اور ہم لوگ مسلمان کہلانے کا استحقاق رکھتے ہیں کچھ جواب نہ دیا گیا۔ چونکہ سائل کے مقابلہ میں سکوت دلیل عجز کی ہے۔ لہٰذا بآسانی سمجھا گیا کہ بارہ خلفاء کے ختم ہوجانے پر اسلام کا خاتمہ ہوگیا حدیث میں اسلام اور خلافت بایکدگر وابستہ بیان ہوئے ہیں جبتک خلافت ہے اسلام بھی ہے ورنہ رخصت شیعہ کے یہاں جو بارہ خلیفہ ہیں منجملہ اُن کے گیارہ ہوچکے اور ایک باقی ہیں جب تک کہ اُن کا وجود مسعود ہے اسلام زیب دہ صفحۂ ہستی ہے۔ پھر نہ دنیا ہوگی نہ اسلام نہ کوئی مسلمان باقی رہیگا سب دار و گیر حشر میں آجائینگے ہر شخص اپنے مرشدان طریقت کو اگرچہ وہ فی الواقع نہوں مگر نیک و ابرار بتلایا کرتا ہے یہ اُلٹی بات سنیوں میں دیکھی کہ ہمعد نقباء بنی اسرائیل جو ائمۂ دین ہیں اُنکے فاسق بیان کرنے میں مطلق باک نہیں کرتے۔ معاذاللہ۔ پناہ بخدا محشر میں جبکہ بحکم آیۂ یوم ندعوا کل اناس بامامھم ہر گروہ اپنے امام کے ساتھ بلایا جائیگا۔ سنّی فاسقین و فاجرین کے جھنڈے کا پرچم سنبھالے ہونگے اور شیعہ معصومین کا دامن رحمت دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑے ہوئے زیر لواء الحمد ہونگے۔ مذہب حقّہ کے ارکان جلد تعلیم کیجیے ہم ایک منٹ یزیدی فرقہ میں اب بعد تحقیق رہنا پسند نہیں کرتے۔ غرضکہ دونوں صاحبوں نے دولتخانۂ جناب ڈپٹی امامت حسین صاحب بالقابہ پر جو کہ فرودگاہ حقیر تھا

ظہرین کی کشادہ دست نماز پڑھی اور دشمنان اہلبیتؑ کے حق میں وہ جملۂ قرآنی جو کہ کاذبین وظالمین وفاسقین وفاجرین کے لیے آیا ہے نہایت لطیف لہجہ اور خوش آیند آواز سے زبان پر جاری کیا۔ مؤمنین موجودگان جلسہ سے معانقہ ومعانقہ کرکے زمرۂ شیعیان علی علیہ السلام میں داخل ہوئے +

میری عادت ہے کہ جو صاحب شیعہ ہوتے ہیں اُن کی جانب سے ایک اثر خیز مضمون شایع کردیتا ہوں۔ اُن مضامین کو دیکھکر اور لوگ بھی رنگ بدلنے لگتے ہیں ارادہ کیا کہ حسب دستور ایک اشتہار ان دونوں کی جانب سے بھی شایع کردوں۔ ہر دو بزرگوار نے مجھسے خواہش کی کہ مختصر اشتہار شایع نہ کیجیے بلکہ ایک ایسا رسالہ لکھدیجیے جس میں صرف حضرت امیرؑ کے فضائل کتب اہل سنت سے دکھلائے جائیں نیز وہ باتیں بھی ظاہر کیجائیں جس میں جس طرح یہ سب خلافتیں واقع ہوئیں۔ اُس میں یزیدی گروہ سے ہمارے علیحدہ ہونیکا بھی مشرح ذکر کیا جائے تاکہ دیگر اہل دانش کو صراط مستقیم کا پورا پتہ مل جائے۔ بنابراں حقیر وذلیل نے اُن کی تعمیل ارشاد لازم سمجھکر یہ رسالہ جسکا نام عطر ایمان ہے ترتیب دیا خدا سے امید ہے اور بواسطۂ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ ملتجی ہوں کہ ان اوراق کو میری مغفرت کا سبب قرار دے اور بروز حشر میرے اجداد واعمام واخوان کو خلعتِ نور عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

جو دو بزرگ شیعہ ہوئے تھے اُن کے نام یہ ہیں۔

(۱) قاضی شہاب الدین ولد قاضی محمد سراج الدین ساکن کنتھو ڈاکخانہ کڑا ضلع الہ آباد

(۲) سید شاکر علی ولد سید حافظ علی ساکن پرسادیہ پرگنہ سکندرہ تحصیل پھولپور ضلع الہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عطرِ ایمان

جناب امیر علیہ السلام کے مناقب ایسے نہیں ہیں کہ جن کا حد واحصہ کسی زبان قلم سے ہو سکے۔ تمام فرقہ ہائے اسلام بلکہ غیر مذہب کے علماء نے (مُراد از علمائے نصاریٰ) آپ کی توصیف میں زبان و قلم کو حرکت دی ہے چونکہ گروہ شیعہ کو حضرت امیرؑ سے نسبت ہے نظر برآن اُن کی کتب سے شیر خدا روحی لہ الفداء کے حالات قلمبند نہیں کرتا کیونکہ حضرات اہل سنت پر اُن کا کچھ اثر نہ ہوگا بحکم (الفضل ماشھدت بہ الاعداء) یعنی اعلیٰ درجہ کی فضیلت وہ ہے جسکی دشمن گواہی دے۔ علمائے اہل سُنّت کی زبان سے بعض فضائل حوالۂ قلم کرتا ہوں تاکہ حضرات کی نگاہ میں اُن کا وقار ہو۔

واضح رائے ارباب ہوش ہو کہ معرفت بقدر واقفیت ہوتی ہے اس موقع پر میں دو شخصوں کے جو کہ اہلِ معرفت سے ہیں بیانات حوالہ قلم کرتا ہوں اُن میں ایک بزرگ ابن ابی الحدید زمانۂ قدیم کے علمائے مسلّم الثبوت سے ہیں اور دوسرے شخص زمانۂ حال کے جناب مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری ہیں۔ اوّل الذکر نے نہج البلاغۃ کی چند مبسوط مجلدات میں شرح تحریر فرمائی اور ثانی نے ایک بڑی ضخیم حضرت امیرؑ کی سوانحعمری لکھی ہے بانیوجہ ہر دو بزرگان کو بوجہ واقفیت حالات ایک خاص قسم کی معرفت حاصل ہے مولوی امرتسری اپنی مؤلفہ کتاب کے صفحہ ۲ و ۳ پر لکھتے ہیں۔

"جس جلیل الشان اسلامی ہیرو کا یہ فوٹو لیا گیا ہے۔ وہ صرف مذہبی پیشوا ہی نہیں بلکہ سلطنت کے تاریخی آسمان کا آفتاب ہے۔ دنیا میں جتنے مشاہیر گزرے ہیں اور جن کی سوانح عمریاں آب زر سے لکھی گئی ہیں۔ اُن میں سے جناب امیرؑ ایسے فرد الافراد ہیں کہ ہر طبقہ کے مشاہیر میں سر آمد نظر آتے ہیں۔ مجمع سلاطین میں آپ جلالِ الٰہی کا تاج سر پہ

رکھے ہوئے ایک عظیم الشان سلطان ہیں کہ جن کے دربار میں قیصر و کسریٰ کے سفیر دست بستہ نہایت ادب سے سر نیچے کیے ہوئے خاموش استادہ ہیں۔ معرکۂ کارزار میں آپ ایسے یگانہ تاز شہسوار ہیں کہ آستین چڑھا کر عمرو و مرحب جیسے عرب کے رستم نژادوں کو پچھاڑ کر اُن کے سینہ پر چڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ منبر پر ایک شیوا زبان اسپیکر ہیں کہ فصحائے عراق و بلغائے عرب آپ کے خطبہ کی فصاحت سے جوش میں آ کر اگر کچھ پوچھنے کے لیے اُٹھتے ہیں تو پھر بجز دبُت بنکر کھڑے رہ جاتے ہیں۔ علم و فضل کی درسگاہ میں آپ ایک طلیق اللسان پروفیسر ہیں کہ انبیاء بنی اسرائیل کی شریعت کے رموز کو یونانی فلسفہ کیساتھ بنی اسرائیل کی زبان میں بیان فرما رہے ہیں۔ غرضکہ مسندِ فقر پر آپ ایک منکسر المزاج فقیر ہیں اور چار بالش امارت پر ایک ذی شوکت امیر ہیں۔ اگر عدالت میں نوشیروان ہیں تو شجاعت میں رستم دستان ہیں۔ اگر سخاوت میں آپ حاتم نوال ہیں تو شہامت میں کیخسرو مثال ہیں ایسی صفات متضادہ کا بشر ابو البشر کی اولاد میں پیدا نہیں ہوا اور ایسی صفات متقابلہ کا آدمی جناب آدمؑ کی ذریت میں ہویدا نہیں ہوا۔ انہیں صفات متضادہ اور اوصاف متقابلہ کو دیکھکر نصیریہ نے آپ کو خدا جانا اور صوفیہ نے خدا جانے کیا جانا مگر سچ یہ ہے۔ بیت

ذات حیدر کو کوئی کیا جانے   یا نبیؐ جانے یا خدا جانے

اقوال ابن الحدید و دیگر علمای اہل سنت در باب جناب امیر علیہ السلام

اہل سنت میں دو بڑے گروہ ہیں۔ ایک اشعری۔ دوم معتزلی۔ ہر دو گروہ مسائل فقہ میں باخود فی الجملہ اختلاف رکھتے ہیں۔ مگر در باب خلافت ثلاثہ ایک عقیدے پر ہیں اس موقع پر ابن ابی الحدید کے وہ بعض فقرات پیش کرتا ہوں جو کہ اُس ذی عزت عالم نے بحق حضرت امیرؑ لکھے ہیں۔ گو کہ بظاہر وہ کلمات منسوب بعالم موصوف ہیں مگر درحقیقت اکثر علمائے اہل سنت کے اقوال کا مجموعہ ہے۔ کیونکہ اُن معاملات کو سوائے ابن ابی الحدید و دیگر عظمائے اہل سنت نے بھی اپنی اپنی تالیف میں جستہ جستہ بیان فرمایا ہے ہمبرین بنا گویا ایک عظیم طبقہ علمائے اہل سنت کے بیان سے یہ رسالہ ترتیب پذیر ہوا ہے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل از شروع معاملہ ابن ابی الحدید کا اقتدار ظاہر کر دوں۔ تاکہ متکلم کی عزت سے کلام کا وقار ظاہر ہو جائے۔

حالات ابن ابی الحدید

یہ بزرگ ۵۸۶ھ ہجری میں پیدا ہوئے ارباب علم نے ان کا شمار اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں کیا ہے اور البحر العلوم اُن کو سمجھا ہے۔ تیز فہم اور ذہین ایسے تھے کہ تیرہ روز میں کتاب فلک الدایر کو تصنیف کیا۔ جسمیں علوم غریبہ و نادرہ کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ نظم فصیح کو ایک روز میں لکھدیا جس کی فصاحت و بلاغت نظیراً پیش کیجاتی ہے نہج البلاغۃ کی شرح لکھدی جسکو باعتبار ندرت (تحت کلام الخالق وفوق کلام البشر) کہا جاتا ہے۔ عالم موصوف کا اقتدار اسی سے ظاہر ہے کہ شارح کلام متکلم ربانی ہے تمام عقلائے اسلام و ماہران زبان عرب کا اتفاق ہے کہ بعد خدا و رسول حضرت امیرؑ اور اُن کی اولاد سے بہتر و خوشتر کسی کا کلام نہیں ہو سکتا۔ پس جو شخص ایسے کلام بلاغت نظام کی توضیح کرے اُس سے زیادہ صاحب معرفت کون ہو سکتا ہے۔

فضائل حضرت امیرؑ از روی بیانات علمای اسلام و بالخصوص ابن ابی الحدید

حضرت امیرؑ کا اخلاق و طرز عمل و وفور علم و فضل بیان کرنا اور اُن کی توصیف میں قلم اُٹھانا امکان بشری سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ ایسے جامع الکمالات تھے کہ جن کی فضیلتوں کا سوائے اقرار کرنے کے منکر انکار نہیں کر سکتا۔ دشمن حضرت امیرؑ جن کی تعداد مور و ملخ سے بڑھی ہوئی تھی ہمیشہ کوشاں رہتے تھے کہ اُن کی ذات رفیع الدرجات میں کوئی عیب پیدا کر کے تیر مطاعن برسانے میں تیز دستی کریں۔ مگر باوصف تفحص و تجسس نہ اُن کی عادات و حرکات میں کوئی سقم پیدا کر سکے اور نہ اُن کی کسی فخر و منزلت کو درجۂ شہرت سے

گرا سکے۔ بنی اُمیہ و عباسیہ جنھوں نے دبدبہ و شوکت سلطنت سے ملک عرب و عجم کے ایک
بڑے حصّے کو پنجۂ حکومت میں دبوچ لیا تھا شبانہ روز کوشش کرتے رہتے تھے کہ اُن کا کو
حق شناس و رتبہ دان صفحۂ عالم پر نہ رہے۔ مگر قدرت خدا دوسری چیز ہے۔ بقولے بیت

چراغے را کہ ایزد برفروزد   کسے گر تُف کند ریشش بسوزد

جسقدر ان کے مخالف بنی اُمیہ وغیرہم نور امامت کے مٹانے میں ساعی ہوتے تھے اُس
سے ہزار درجہ مشعل وصایت و ولایت کا اُجالا پھیلتا گیا۔ خاندان رسالت کا شہرہ ایسا
محیط عالم ہوا کہ سب بدخواہوں کے نام مثل حرف غلط الواح قلوب خلائق سے مٹ گئے
اور جناب امیرؑ اور اُن کی ذرّیت طاہرہ کا اسم پاک مع محامد جلیلہ ہر طبیعت پر ایسا سکّہ
زن ہوا کہ پرکھنے والوں نے کھوٹے کھرے کی تمیز پیدا کر لی۔ بنی اُمیہ نے یہاں تک کوشش
کی کہ علانیہ منبروں پر اُن کو بُرا کہا اور رعایا سے کہلوایا۔ اُن کی تعریف کرنے والوں کی زبانیں
قطع کرائیں گھر جلائے جائداد ضبط ہوئی جلاوطن ہوئے۔ قتل و غارت کیے گئے۔ جیلخانے
ابوترابیوں سے بھرے گئے۔ شاہی دفاتر سے امتناع روزگار کے لیے احکام جاری ہوئے
عام ممانعت ہوئی کہ کوئی بوترابی کسی سررشتہ میں ملازم نہ رکھا جائے نہ کوئی شخص خاندان
نبوت کا نام بمدح زبان پر لائے۔ مگر تمام کوششیں بیکار گئیں۔ قاعدہ ہے کہ بوئے مشک
چھپائے سے نہیں چھپتی۔ اگر کوئی گندہ دماغ استشمام روائح خوب و خوش (اچھی خوشبو
دار چیز) نہ کر سکے تو خوشبو کے اقتدار میں فرق نہیں آ سکتا۔ آفتاب کو اگر کوئی شخص کف
دست سے پوشیدہ کرنا چاہے تو اس آثر سے کامیابی محال ہے۔ اگر ایک آنکھ اُسکو نہ دیکھ سکیگی
نہ سہی اور بے حد و انتہا آنکھیں اقتباس نور کریں گی۔ کئی سو برس متواتر اس خاندان کے
مٹانے کو سلاطین نے عبادت اور اپنا فرض سلطنت سمجھ کر کوشش بلیغ کی۔ مگر اُن کی
عرق ریزی و جانفشانی کچھ کام نہ آئی۔ یہی گھرانہ ایسا تھا کہ جس کی نیو کا مضبوط پتھر ہزار
ہزار جنبشوں میں بھی اپنی جگہ سے نہ سرکا۔ یہ برکت خدا کے اُس وعدہ کی تھی جو کہ آنحضرتؐ
سے کہا گیا تھا کہ اے محمدؐ ہم تمھاری نسل کو ایسی ترقی دینگے کہ ہمعدد نجوم شمار ہو جائیگی
اور کسی خاندان کے ساتھ اگر بادشاہ قرناً بعد قرنٍ اس عنوان سے جابرانہ عمل کرتے تو اب

نام مٹا کہ کوئی بھولے سے بھی یاد نہ کرتا۔ مگر یہ نادر و عجیب بات اسی خاندان کیلئے مختص ہو گئی کہ مٹانے والے خود مٹ گئے۔ کوئی مسلمان کبھی اُن لوگوں کی فاتحہ بھی نہیں دلاتا جو کہ آلِ نبیؐ پر بابِ ظلم کھولنے والے ہوئے ہیں۔ بخلاف اس کے سلاطین جور نے جن کو تباہ و برباد کر کے صفحہ عالم سے مٹایا تھا اُن کی ہر مسلمان کے گھر میں فاتحہ ہوتی ہے۔ نذر و نیاز کی جاتی ہے۔ اہلِ اسلام اس قسم کے اعمال کو باعث خیر و برکت جانتے ہیں اپنی نیک پاک کمائی کو اُن کے نام پر صرف کرتے ہیں۔ ظالمانِ آلِ محمدؐ کی قبروں کا بھی نشان نہیں۔ مگر اولادِ نبیؐ کے مقابر جن کی تعمیر و زیارت سے شاہانِ اسلام منع کرتے کرتے مر مٹے ایسے بلند مستحکم ہیں کہ کوسوں سے نظر آتے ہیں۔ اطرافِ عالم سے سالانہ نہیں بلکہ روزانہ اُن کی زیارت کے لیے خلائق جمع ہوتی ہے۔ سوائے ازیں دنیا میں جسقدر کمالات ہیں ان سب کا مرکز حسب تسلیم عوام و خواص حضرتِ امیرؑ مانے گئے ہیں۔ کوئی کمال و امر جلیل ایسا نہیں ہے جسکا سلسلہ آپ کی ذاتِ اقدس پر منتہی نہ ہوا ہو۔ جسقدر اربابِ کمال فنون مختلفہ میں دیکھے جاتے ہیں وہ اُسی خرمنِ دولت کے خوشہ چین اور اُسی مائدۂ مکرمت کے زلہ ربا ہیں۔ تفصیل مختصر اُن کمالات کی جو کہ حضرت امیرؑ کو حاصل ہوئے۔

عِلم

بہترین علوم مسلکِ خدا دانی و معرفتِ الٰہی ہے اس بابِ خاص میں آپ کے کلام بلاغت نظام و ہدایت انضمام نے لوگوں پر وسیع و فراخ راہیں کھولدیں۔ سیدھا چلنے والا ممکن نہیں کہ راہِ راست سے لغزش کر سکے۔ ہر گروہ اسلام نے آپ کے ارشاد و افادات سے استنباط مذہب حق کیا۔ فرقۂ معتزلہ باین معنی کہ سرگروہ اربابِ اعتزال ابو ہاشم عبد اللہ ابن محمد حنفیہ کا شاگرد ہے۔ وہ فخر کرتا ہے کہ ہمارا سلسلۂ علمی حضرت امیرؑ کے ایوان مقدس کی ڈیوڑھی پر پہونچتا ہے۔ یہی کیفیت فرقۂ اشعریہ کی ہی کیونکہ راس و رئیس اشاعرہ ابو الحسن اشعری ہے اور وہ شاگرد رشید ابو علی جبائی کا ہے جو کہ مشائخ معتزلہ میں اعلیٰ درجے پر معدود تھا بایں سلسلۂ معتزلی و اشعری

ایک سمجھے جاتے ہیں اور ہر دو فرقہ مشترکاً و منفرداً اپنی شاخوں کو اُسی عظیم الشان درخت سے ملاتے ہیں جو کہ تمام انوار الٰہی کا اصلِ اصول ہے۔ اور جسکا سایہ ہر اسلامی عالم کے سر کو آغوش میں لیے ہوئے ہے۔

علمِ فقہ

یہ وہ شریف علم ہے جس کے مثل و مانند کوئی دوسرا نہیں۔ کیونکہ تمام عبادات و سیاست و تمدن کا دار و مدار اُس کے جاننے پر موقوف ہے اسکا انشعاب بھی جناب ہی کے دریائے فیض سے ہوا ہے۔ جمیع علمائے اسلام حضرتؑ کی رعایا اور آپ سب کے رہبر و پیشوا و حاکم ہیں۔ ہر چہار مذہب کے فقیہ کسی قدر چکر کھا کر بالآخر اُسی آستانۂ مبارک پر جبہہ سائی کرتے ہیں۔ ابو حنیفہ صاحب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے علوم دینی حاصل کیئے۔ اور امام شافعی نے محمد بن الحسن ابو حنیفہ کے شاگرد سے استفادہ کیا امام احمد حنبل نے شافعی سے فیض پایا اور مالک نے عکرمہ حضرت ابن عباس کے غلام سے اکتساب علوم کیا وہ تمام سلسلے ہر پھر کر وہیں پہنچ جاتے ہیں جہاں مرکز اصلی و منبع آسیا ہے۔ آنحضرتؐ کے اصحاب باصفا میں دو بزرگ اعلیٰ درجہ کے فقہاء میں گزرے ہیں۔ ایک ابن عباس اور دوسرے حضرت عمر۔ یہ ہر دو صحابی جلیل الشان اُسی دریائے فیض کی شاخیں ہیں۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آپ علمی حیثیت سے علیؑ کے ساتھ کیا مناسبت رکھتے ہیں۔ جواب دیا کہ جو تناسب بحر محیط کو قطرۂ شبنم سے ہے۔ حضرت عمر باایں فقاہت و عقل انتظامی مدام امور اہم میں آپ سے مشورہ لیکر کاربند ہوتے تھے۔ غایت مسرت و قدر دانی سے کہہ اُٹھتے تھے کہ لولا علی لھلک عمر یعنی اگر علی معاملات سترگ و بزرگ و مہمات عظیمہ و مسائل مشکلہ میں میرا بوجھ نہ بٹاتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔ مطلب یہ کہ میرے عدم تدبر سے اسلام کو نقصان عظیم پہونچتا۔ حضرت دوم نے کمال انصاف سے فرمایا ہے لا بقیت لمعضلۃ لیس لھا ابو الحسن یعنی خدا مجکو اُس روز زندہ نہ رکھے جبکہ حل مشکلات کے لئے علیؑ موجود نہوں

حضرت دوم نے عام حکم دے دیا تھا (لا یفتین احدٌ فی المسجد و علیٌ حاضرًا یعنی کوئی شخص مسجد نبوی میں بہ موجودگی علیؑ فتویٰ دینے میں سبقت نہ کرے لمؤلف جناب مرزا حیرت دہلوی نے بھی رسالہ خلافت شیخین میں لکھا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں میر منشی دستور اعظم و کارکن حضرت امیرؑ تھے۔ ریاست اسلام کے جملہ معاملات آپ کے مشورے سے طے ہوتے تھے +

علم تفسیر

یہ علم از جملہ علوم شریفیہ وکاشف حقایق قرآن ہے بدون اُس کے قرآن کے دقایق حل نہیں ہو سکتے۔ تقسیم قدرت سے یہ شرف بھی حضرتؑ ہی کے قرعہ میں آیا چنانچہ آپ نے علانیہ کہدیا کہ ھذا قران صامت وانا قران ناطق یعنی یہ قرآن صرف موئنہ رکھتا ہے مگر بول نہیں سکتا۔ میں اس کی زبان ہوں میرا ہر کلام ایسا سمجھو کہ گویا قرآن زبان سے کہہ رہا ہے۔ مفسرین میں اعلےٰ درجہ حضرت ابن عباس کا ہے وہ آپ کے شاگرد تھے اور جناب کے سامنے قطرۂ شبنم و بحر محیط کی مناسبت رکھتے تھے

تصوّف

حضرات صوفیۂ کرام بلا اختلاف کہہ رہے ہیں کہ ہم اُسی دریائے معرفت سے ایک قطرہ پائے ہوئے ہیں۔ ہمارے تمام سلسلے حضور ہی سے علاقہ رکھتے ہیں حسن بصریؒ بایزید بسطامی و معروف کرخی و شیخ شبلی و جنید بغدادی وغیرہم بہ اسناد صحیحہ جبّہ درویشی کو حضرتؑ کا مملوکہ و مقبوضہ بتلا کر اپنا سلسلہ قایم کرتے ہیں۔ اہل تصوف کا یہ عام مقولہ ہے **بیت**

مصطفےٰ معراج سے جولائے ہیں ۔۔۔ اولیاء سینہ بہ سینہ پائے ہیں

شاہ نیاز بریلوی جو کہ مشائخ چشتیہ میں ایک نامی اور صاحب علم بزرگ گزرے ہیں اپنی مثنوی میں بطور قول فیصل لکھتے ہیں **بیت**

بیاز ایسا وصی بر حق جو پیشوا ہووے اولیا کا   بتا تو امت میں اس نبی کی کوئی بھی بن بوتراب دیکھا

درسیات

اس مدمین صرف و نحو ہے۔ با تفاق علمائے ابو الاسود شاگرد حضرت امیر نے بہ تعلیم اُستاد خود زبان عربی کی تدوین (قواعد مقرر کرنا) کی ہے۔ آپ نے چند کلیے اپنے شاگرد سے جسکو استاد جہان کہنا چاہیئے ایسے جامع اور حاوی کل مطالب بیان فرمائے کہ جس سے اُس نے تمام صرف و نحو بنا ڈالا۔ بضرورت موقع اُن چند قواعد کا ذکر کیا جاتا ہے جو کہ آپ نے فرمائے تھے۔ وہ جملے یہ ہیں۔ اے ابو الاسود انحصار کلام تین چیزون میں ہی اسم۔ فعل۔ حرف۔ اسم کی دو قسمیں ہیں نکرہ۔ و معرفہ۔ اعراب بھی تین طرح کے ہیں زبر۔ زیر۔ پیش۔ فاعل پہ پیش آئے گا۔ مفعول زبر کھائیگا۔ مضاف الیہ زیر سے زینت دیا جائے گا لیجیئے عربی کی ترکی تمام ہوئی۔ قوت بشری کا یہ کام نہیں کہ اتنے بڑے علم کا چند باتوں میں حصر تبلاوے۔ ایسا محدود و معین کلام وہ ہی کرسکتا ہے جسکا قلب و دماغ فطرتاً بالہی امداد سے آراستہ ہوگیا ہو دریا کا کوزے میں بند ہونا سُنا کرتے تھے۔ یہاں سمندر کو نگین خاتم کے خانہ میں موجزن دیکھ لیا۔ اسکو اگر معجزہ سمجھیں تو ہرگز بیجا نہیں آپ نے ایسے بسیط علم کو چند باتوں میں بہ ایں عنوان محصور فرمایا ہی کہ جس کی نظیر کسی دوسری چیز سے نہیں دی جاسکتی۔ صرفی و نحوی قوت عقلی و کثرت مہارت سے ہزار ہزار چکر کھائیں طرح طرح کی موشگافیاں کریں مگر اُس دائرے سے باہر قدم نہیں رکھ سکتے جس کو حضرت امیر بامداد ذہن خداداد پرکار جودت سے قایم فرما چکے ہیں۔ اگر حضرت امیر زبان عربی کے قواعد بنا کر اُس کو علمی قالب میں نہ لاتے تو الفاظ قرآن جامۂ اعراب سے معرّا ہوکر نہ کبھی صحیح پڑھے جاتے اور نہ خوشنما نظر آتے بہ ایں عنوان تمام عالم کے علماء آپ کی رعایا اور حضور سب کے شہنشاہ ہیں

لمؤلف

حضرات اہل اسلام کو بالعموم حضرت امیر کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر اسوقت

ایسا قرآن جسپر اعراب نہوں پیش کیا جائے تو کوئی بڑے سے بڑا عالم صحیح نہیں پڑھ سکتا
عرب جن کی زبان میں نزول کلام باری ہوا تھا وہ غلطیاں کرنے لگے تھے۔ جبھی تو حضرت
امیرؑ نے قاعدہ تجویز فرمایا تھا۔ اہل حجاز تو بوجہ زبان ہونے کے کچھ غلط سلط قرأت کر بھی
سکتے تھے مگر ہندی وسندھی وچینی وغیرہا دیگر ممالک کے لوگ کیونکر صحیح تلفظ کرتے
مختصر یہ کہ اسلام میں نہ کوئی عالم ہوتا نہ کلام ربانی بطرز واجب پڑھا جاتا۔ عالم تو جبھی
ہوئے جبکہ حضرت امیرؑ نے یہ تجویز قانون زبان کو علم کر دیا۔ مجکو حضرات اہل اسلام سے
امید ہے کہ وہ ان مطالب کی جانچ میں پوری قوت ذہنی صرف فرمائیں گے۔

شجاعت

یہ وصف بھی مرد کا زیور ہے۔ حامی دین خدا کے لئے اُسکا ہونا ایسا ضروری ہے کہ جیسا
پیشوائے اُمت کے لیے عصمت وطہارت لازمی ہے۔ کیونکہ نرم طبیعت ناصر دین نہیں
ہوسکتا۔ نصرت دین حق شجاع بے بدل ومرد میدان کا حصّہ ہے۔ علی مرتضیٰؑ کی بہادری
وجوانمردی ایسی نہیں ہے جو محتاج بیان ہو۔ کیونکہ حضرت کی مردانہ کاریوں سے بطون کتب
تاریخ بھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بدر واحد وخندق وخیبر وحنین وصفین و دیگر معارک
ومجاہد میں وہ وہ کارروائیاں کیں کہ جن کا ذکر قیامت تک لوگوں کی زبان پر رہے گا
مرحب وحارث کا مارنا دروازۂ خیبر کا اُکھاڑنا عمر ابن عبد ود کا دو ٹکڑے کرنا معرکۂ
احد مین جب کہ سب کے پیر اُکھڑ گئے تھے۔ ثابت قدم رہنا ایسا نہیں جسکو کوئی بھول
سکے۔ اسلامی تاریخوں میں پشت بمیدان نہ ہونے والوں کا نام اگر تلاش کیا جائے گا
تو آپ کا اسم سامی سب سے پہلے نمبر پر نظر آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب کو قدرتی جرئہ ملا
جس نے ارکان کفر کو تزلزل کر کے جڑ سے اُکھاڑ دیا۔ بالآخر فرشتوں نے یہ مصرع پڑھکر
(لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار) آپ کی مردانگی کا قطعی فیصلہ کر دیا۔
جو پہلوان اکھاڑے میں اُترتا ہے بہ نظر یمن وبرکت پہلے آپ کا نام لے لیتا ہے
جو شجاع کہ آپ سے سرکمہ ہوا وہ پہلوانان زمانہ کے سامنے فخریہ رجز میں کہا کرتا تھا
کہ میں وہ دلیر ہوں کہ علیؑ کے ساتھ صف جنگ میں مقابلہ پر کھڑا ہوا ہوں۔ عمر ابن عبدود

کی بہن نے اپنے بھائی کے مرنے پر جوش خون سے جو بین کیے ہیں اُن کا مضمون آپکی جلالتِ شان کے ثبوت میں کافی ہے۔ کیونکہ ایک دشمن عورت نے آپ کی تعریف کی ہے حالانکہ عورت سے بعید ہے کہ اپنے بھائی کے قاتل کی تعریف کرے۔ وہ کہتی ہے کہ "اے میرے پیارے بھائی تو ایسا شجاع تھا جسکا سامنا ہزار پہلوان نہ کرسکتے تھے تیرا قاتل اگر کوئی معمولی آدمی ہوتا تو سب سے پہلے الزام نامردی یہ خواہر لگاتی۔ مگر میں بڑا فخر کرتی ہوں کہ تو ایسے شخص کے ہاتھ سے قتل ہوا جسکا عرب میں کوئی نظیر نہیں۔ اور جسکی ضربت کا پہاڑ بھی تحمل نہیں کرسکتا آدمی زاد کی کیا حقیقت ہے۔ تیرے قاتل نے ہر چند کہ میری طناب امید کو قطع کردیا جس سے روز روشن تیرہ و تار معلوم ہوتا ہے مگر پھر بھی میں یہ کہونگی کہ وہ بڑا شریف عالیخاندان اور صاحب حیا ہے۔ اُس نے غایت اہلیت سے نہ تیرے قیمتی لباس پر نظر کی اور نہ تیری زرہ و مغفر و دیگر آلات حربی پر نگاہ ڈالی۔ اگر میں تیرا لاشہ برہنہ اور اسباب لٹا ہوا دیکھتی تو سمجھ جاتی کہ وہ نہایت دنی الطبع اور بے حیا قوم کا ہے۔"

جود وسخا

آپ کا کرم و بخشش ایسی نہیں جسکو احاطۂ تحریر و تقریر میں داخل کیا جائے ادنیٰ بات یہ ہے کہ اپنا قوت سائلوں کو دیکر تین روز متواتر روزہ پر روزہ رکھا جسکے انعام میں ویطعمون الطعام علی حبہٖ مسکیناً و یتیماً و اسیراً کے معزز خطاب سے بہرہ یاب ہوئے۔ پوشیدہ و علانیہ خیرات کرنے سے الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سراً و علانیۃً کا زیبا و خوش قطع خلعت زیب بدن فرمایا۔

زہد

زاہد ایسے کہ آب کشی کرکے آپنا قوت بہم پہونچایا اُسکا بھی اکثر حصہ محتاجین و مساکین کے حوالہ کیا۔ مدام یہودیوں کی مزدوری کیا کرتے تھے جو اُجرت ملتی تھی اُسمیں نفس خاص پر ایثار کو مقدم سمجھتے تھے۔ غالب اوقات جو کے بے چھنے آٹے سے چند کف دست پھانک لیتے تھے۔ ایک وقت سیر ہوکر کبھی نہ کھاتے تھے بسا اوقات فاقہ کرتے تھے

شدت گرسنگی سے شکم پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ گوشت کیطرف میل کم تھا۔ گوشت خور کے معدہ کو مقبرۂ حیوانات تبلاتے تھے۔ کپڑا خشن و دبیز و گاڑھا پہنتے تھے۔ سرکہ و نمک کا زیادہ استعمال تھا۔ نانخورش یعنی سالن کم کھاتے تھے۔ شدت گریہ سے جو کہ حق تعالیٰ کے خوف سے کیا جاتا تھا گوشۂ چشم سوجے رہتے تھے۔

عبادت

سوائے نماز ہائے واجب و سنن ایک ہزار تکبیر جو کہ دو رکعت پر ایک تکبیر واقع ہوتی ہے ہر شب لوگ اُن کے گھر سے سُنتے تھے۔ گویا ایک رات میں دو ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ عبادت میں خشوع و خضوع اسدرجہ تھا کہ رنگ چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ خوف خدا سے کانپنے لگتے تھے۔ استغراق کی یہ کیفیت تھی کہ آنحضرتؐ کے ساتھ جہاد میں تیر کھایا جو کہ حالت نماز میں بے وقت نکالا گیا۔ لیلۃ الہریر (وہ لڑائی جو صفین میں شب بھر ہوتی رہی) میں چپ و راس سے تیروں کا مینہ برس رہا تھا اور آپ سجادہ پر بیٹھے ہوئے اس اطمینان سے میدان جنگ میں مصروف عبادت تھے کہ جیسے مکان محفوظ میں بلا اضطرار یاد خدا کی جاتی ہے۔

مروت

یہ صفت بڑی جانکاہی و جہاد نفسانی سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت امیرؑ سا با اخلاق و صاحب مروت اُن کے معاصرین میں کوئی نہ تھا ہمیشہ اپنے دشمنوں سے بمدارا پیش آئے۔ مروان جیسے شقی کو جنگ جمل میں اسیر کرکے چھوڑ دیا۔ عبداللہ ابن زبیر کو جو کہ علانیہ آپ کو بُرا کہتا تھا قید کیا اور پھر آزادی دی گئی۔ اہل بصرہ تمامتر مخالف تھے مگر بعد غلبہ اسلام سب دائرہ امان و کنج عافیت میں بٹھائے گئے۔ بی بی عائشہ کو مغلوب کرکے بعزت مدینہ میں بھیجدیا۔ امیر معاویہ نے فرات پر قابو پاکر آپ کے لشکر سے پانی کو روک لیا۔ حضرتؑ نے بزور شمشیر چھین کر دریا کا ایک گوشہ چھوڑ دیا کہ اہل شام بے تکلف پانی لے جائیں۔ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضور یہ موقع اچھا ہے ان کو پانی نہ دیجئے سب پیاس سے مرجائیں گے جواب ملا کہ میری مروت

اجازت نہیں دیتی کہ جس چیز کو خدا نے عام کیا ہے میں اُس کو خاص کر دوں۔ پانی اور ہوا و غذا کا بند کرنا سخت ترین عذاب ہے میں ہرگز اس سختی کو جائز نہ رکھوں گا۔ انتہائے کرم و مروت یہ ہے کہ جب تک قاتل کو سیراب نہ کرا دیا آپنے کاسۂ شیر کو لب لگایا

تدابیر جہاں بانی

مدبّر ایسے کہ ہمیشہ خلفاء اُن سے مشورہ لیکر کاربند ہوتے تھے۔ آپ نے کبھی امور اہم میں کسی سے استصواب نہیں فرمایا مسلمانوں کو جب کوئی دینی یا دُنیاوی قابل تشویش بات پیش آتی تھی حضور سے امداد خواہ ہوتے تھے۔ حضرت عمر اعلےٰ درجہ کے ذی عقل اور مآل اندیش لوگوں میں شمار کیے گئے ہیں اور انتظام مملکت میں اُنھوں نے خاص دماغ پایا تھا مگر وہ بھی آپ کی رائے کو اپنی تجویز پر فوق دیتے تھے۔ البتہ حضرت عثمان نے کبھی جناب کو اپنے معاملات میں شریک نہیں کیا۔ بلکہ اگر کبھی مثل قضیہ بلوائیان مصر حضرت امیرؑ نے کوئی رائے دی تو اُسکے خلاف کر کے مروان کی رائے کو فایق و صواب سمجھا اُسکا جو نیتجہ ہوا وہ ظاہر ہے۔

حضرتؑ کے زمانہ میں جو فتنہ و فساد ہوئے اُن پر نظر کر کے بعض کوتہ اندیش کہہ دیتے ہیں کہ وہ محض مسجد نشین اللہ اللہ کرنے والے تھے امور تمدنی و سیاسی و تدابیر ملک گیری وملک داری کا مادہ اُن میں نہ تھا۔ ایسا خیال کرنے والے بالکل بر سر ناراستی ہیں اگر اُن میں ملکی معاملات پر یک خیال دوڑانے کی قابلیت نہ تھی تو حضرت عمر ایسا جلیل القدر و فرزانۂ زمانہ اُس شخص کی رائے کو کیوں بہترین آرا جانتا تھا۔ جو کہ فی الواقع کوئی چیز تھا مسلمانوں کو ایسے شخص کے باب میں سرسری حکم نہ لگانا چاہیئے۔ کیونکہ اگر فی الواقع علیؑ ناقابل حکومت تھے اور انتظام امور امت میں اُن کی رائے قاصر تھی تو اس خرابی کا سلسلہ دور تک پہونچتا ہے۔ آنحضرتؐ پر بڑا الزام وارد ہوتا ہے کیونکہ باتفاق امت حضور انورؐ نے کُل مسلمانوں کو قرآن و اہل بیتؑ کے حوالے کیا تھا۔ ریاست دینی و دنیاوی کا تعلق اہل بیت نبوی سے تھا۔ اگر وہ ریاستِ اسلام کو بطرز واجب نہ چلا سکتے تھے تو نبی صلعم نے ایسے شخص کے ہاتھہ میں عنانِ حکومت کیوں دی جو کہ سلطنتِ اسلام کو اپنے

ناقابلیت وخفت عقل سے اصلی پیمانے پر قایم رکھنے کا تحمل نہ رکھتا تھا اور صرف کثرت سجود سے مسجد کا پتھر گھسانے والا تھا۔ اصلیت یہ ہے کہ وہ ہر معاملے میں شریعت کے پابند تھے۔ حدود خدا سے ایک قدم باہر نہ رکھتے تھے۔ پولٹیکل خیالات کو امور دینی میں دخل کرنا سلطنتِ دنیا کا نمونہ سمجھتے تھے۔ دین و دنیا کو جُدا کر کے کام چلانا خلاف منشاء خدا اور رسولؐ جانتے تھے۔ چنانچہ حضرت امیرؑ نے خود اسطرف اپنے خطبات میں اشارہ فرمایا ہے کہ اگر مجکو پاس شریعت نہ ہوتا اور قیود احکام الٰہی سے آزادی اختیار کرتا تو انتظامی امور میں مجھ سے زیرک و دانا کوئی نہ کہا جاتا۔ یہ بات صریحی ہے کہ شرع شریف پر چلنے اور چلانے والوں کے کام ایسے مربوط و منتظم نہیں ہوتے جیسے کہ مصالح دنیا پر نظر رکھنے والوں کے کام بوجہ اُن کی مطلق العنانی کے ارباب ظاہر بین کو خوشنما نظر آتے ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یا حضرت شیخین کے وقت کا انتظام اور عثمان صاحب و جناب کے عہد کی بد نظمی کا کیا سبب ہے ارشاد فرمایا کہ اُن دونوں بزرگوں نے دین و دُنیا کو ملا کر کام کیا۔ حضرت عثمان نے صرف دُنیا کو لیا۔ میں نے محض دین کا پاس کیا۔ عثمان صاحب سے دیندار ناخوش ہوئے اور مجھ سے دنیا دار۔ شیخین سے درمیانی قسم کے لوگ رضامند رہے۔

سیاست

حلیم وکریم شخص سے جرایم میں سزا دہی مشکل ہے۔ مگر حضرت امیرؑ کے حالات کچھ جدا ہی رنگ رکھتے ہیں۔ مجرموں پر اُن خلاف ورزیوں میں اکثر عفو ہوتا تھا جن کا تعلق آپ کی ذات سے تھا جن معاملات میں غیر ذات سے علاقہ تھا وہاں وہ ہی احکام جاری ہوتے تھے جن پر عدالت کا سائبان تنا ہوا ہوتا تھا بعض سرکشوں کے بجرم تمردی گھر کھدوا کر تالاب کرا دیے۔ بپاداش بدکرداری مجرموں کے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ دینی معاملات میں عزیز و بیگانہ کی مطلق رعایت نہ ہوتی تھی اُن کے نزدیک اصلی بھائی وہی تھا جو کہ پورے طور پر احکام خدا کی پابندی کرتا تھا۔ حضرت عقیل حالانکہ اُن کے حقیقی بھائی تھے مگر عہد خلافت میں اُن کی ساتھ وہ دست افشانی نہیں ہوئی

جو کہ اور حکام اپنے عزیزوں یا خیر طلبوں سے کرتے تھے۔ اُنھوں نے معمولی روزینہ سے کچھ زیادہ طلب کیا تھا آپ نے فرمایا کہ اے بھائی کیا تم گوارا کرسکتے ہو کہ میں موقف حساب پر زیادہ دیر تک زیر جواب رہوں۔ بیت المال عام مسلمانوں کا حق ہے بقدر حصہ آپ کو بھی ملتا ہے۔ میرا انصاف اسکا مقتضی نہیں کہ دوسروں کا پیٹ کاٹکر آپ کا بھردوں۔ جب اُنھوں نے زیادہ اصرار کیا۔ گرم لوہے سے بدن تپا کر بتلا دیا کہ حقوق واجب سے زیادہ لینے والوں کا حشر میں کیا حال ہوگا۔

عبداللہ ابن عباس حقیقی چچا زاد بھائی سے درباب حکومت بصرہ جو حسابی دار وگیر ہوئی ہے وہ خطبات نہج البلاغۃ سے عیاں ہے۔

خندہ پیشانی

بشاشت وشگفتہ روئی اعلیٰ قسم کی صفات میں داخل ہے درشت طبیعت و بدمزاج و کج اخلاق آدمی کو کبھی کوئی پسند نہیں کرتا۔ جناب امیرؑ کا خلیق وخوش طبع ہونا محتاج بیان نہیں اپنے احباب سے ہمیشہ اخلاق کریمانہ کرتے تھے۔ تکبر ونخوت کو پاس نہ آنے دیتے تھے۔ غربار اسلام سے نہایت دوستانہ برتاؤ تھا باوصف سلطنت فقرار اور مساکین کے ساتھ مجالست کرکے (مسکین جالس مسکینا) فرمایا کرتے تھے

رعب وہیبت

حلیم وکریم وخلیق کا رعب قلوب خلایق پر عموماً اتنا نہیں ہوتا جسقدر خشونت مآب لوگوں کا ہوتا ہے مگر حضرت امیرؑ کو اس میں بھی ایک خصوصیت تھی صعصعہ بن صوحان وغیرہ اصحاب جناب بیان فرماتے ہیں کہ گو باعتبار طرز عمل ومکارم اخلاق جناب امیرؑ ہماری جماعت میں (احد من النّاس) معلوم ہوتے تھے اور سلطان ورعایا کا کچھ امتیاز نہ ہوتا تھا مگر باایں ہمہ بے تکلفی و یکجہتی ایسے پُر رعب تھے کہ ہم لوگ مثل اسیر رسن بستہ اُن کے سامنے رہتے تھے۔ حالانکہ غصہ مطلق نہ فرماتے تھے۔ خشونت آمیز بات زبان پر لانا سخت معیوب جانتے تھے۔ جب ہم کوئی بات پوچھتے تھے تو بے تکلف بتلا دیتے تھے اور باین نرمی وملائمیت جواب دیتے تھے کہ غنچہ طبیعت شگفتہ ہوجاتا

تھا۔ یہ ہیبت وسطوت اُس نور ایمان کی تھی جو کہ اُن کی پیشانی مبارک پر مثل ستارۂ صبح کے چمکتا تھا۔

علمِ قُرآن

اس علم کے متعلق ترتیل و قرارت ہے۔ قرآن کے حروف کا اُن کے مخارج اصلی سے ادا کرنا جلیل فن ہے۔ سب جانتے ہیں کہ صحابہ سے کسی کو یہ منزلت نہ تھی کہ فن قرارت میں آپ کا ہمسر ہوتا۔ تمام قرار خواہ صحابہ ہوں یا غیر صحابہ سب کی بازگشت اس بارے میں سوائے آپ کے دروازے کے کسی دوسرے کی ڈیوڑھی پر نہیں ہے۔ آپ نے ہی اُس کو حفظ کیا اور آپ ہی سب سے اول اُسکو جمع کرنے والے ہیں۔

حضرت امیرؑ نے بعد وفاتِ سرورِ کائناتؐ پہلا جو کام کیا وہ قرآن کا مکمل کرنا تھا۔ لوگ تو اپنی اپنی فکروں میں پڑ گئے۔ مگر حضورؑ نے وہ کام کیا جس کے لئے خدا نے نبی صلعم کو مبعوث فرمایا تھا۔ ایسے منہمک ہوئے کہ بوقت بیعت طلبی۔ یہی عذر کیا۔ کہ جب تک قرآن کو مرتب نہ کرلوں گا گھر سے باہر قدم نہ رکھوں گا۔ اہل حدیث نے تاخیر بیعت کا یہی سبب بیان کیا ہے۔ کہ تنزیل آسمانی کا جمع کرنا فوری بیعت کا مانع ہوا تھا

حقیقت دُنیا

وہ شخص بڑا انجام بین اور صاحب بصیرت ہے جس نے دنیا کو اُس کی اصلی حالت میں دیکھ لیا ہے۔ خیاطِ ازل نے یہ جامہ بھی حضرت امیرؑ ہی کے لیے قطع کیا تھا کہ اُنھوں نے دُنیا کو ایسا ہی جانا جیسا کہ اُسکا جاننا ضروری تھا۔

بیت المال سے صاحبان استحقاق کو اسقدر دیتے تھے کہ بالکل خالی ہو جاتا تھا خزانہ کے مکان کو ایسا صاف کرتے تھے کہ سوائے سطح زمین اور کچھ نظر نہ آتا تھا صاف زمین پر جھاڑو دے کر نماز پڑھتے تھے۔ اور شکر خدا کرتے تھے کہ حق بہ حقداران رسید۔ بیت المال سے نہ کبھی ایک حبّہ قرضہ لیا اور نہ پس از وفات خود کچھ نقد و جنس چھوڑا۔ نہ کسی کا کچھ دینا تھا اور نہ کسی سے لینا۔ ہر قسم کی ذمہ داریوں سے ایسی ہی پاک وصاف گئے جیسے کہ آئے تھے مال دُنیا سے فرمایا کرتے

تھے کہ یا صفرآء ویا بیضاء غرّي غیري یعنی اے سونے اور چاندی سوائے میرے کسی اور کو دھوکا دے میں نے تیری دلفریب صورت کو کبھی بہ نگاہ محبت و رغبت نہیں دیکھا۔ مجھ پر تیری ساری حقیقت کھل گئی ہے۔

معرفت و خدا شناسی

آپ کی معرفت اسدرجہ بڑھی ہوئی تھی کہ لوکشف الغطآء لما ازددت یقینا سے ہویدا ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ اگر تمام پردہ ہائے درمیانی اُٹھ جائین اور مین انوار الٰہی کو اس طرح دیکھنے لگوں کہ جیسے دیگر موجودات عالم کا مشاہدہ کرتا ہون تو میرے یقین میں اس سے زیادہ کچھ ترقی نہ ہوگی جو کہ بالفعل حالت حجاب میں ہے

فصاحت زبان و بلاغت کلام

اس وصف خاص میں جناب کو وہ مرتبہ ملا کہ حاجت دلیل نہیں دوست و دشمن دونوں کو آپ کی طلیق اللسانی و فصیح البیانی کا اقرار ہے۔ حضرتؑ کے ارشادات و افادات خود اپنے بے عدیل ہونے کا خلایق سے اقرار لے رہے ہیں۔ فصحائے عرب نے حضورؑ کے کلام کا ان لفظوں میں فیصلہ کیا ہے کہ تحت کلام الخالق و فوق کلام المخلوق یعنی آپ کا کلام خدا کے کلام سے نیچا اور آدمیوں کے بیان سے اونچا ہے۔ تمام عرب نے جناب کی فصاحت کو اپنے ملک کی زینت سمجھکر براہ فخر اختیار کیا ہے۔

نقل ہے کہ معاویہ کے پاس ایک شخص آیا اُس نے پوچھا کہ تو کہان سے آتا ہے وہ براہِ خوشامد امیر شام کہنے لگا کہ ایسے شخص کے پاس سے آتا ہوں کہ جو کلام کرنے میں عاجز ترین خلایق ہے (مراد از علیؑ) معاویہ صاحب نے بااین مخالفت کبیدہ خاطر ہو کر کہا۔ کہ اے نا انصاف اُسکو عاجز بتلاتا ہے جسنے عرب میں بلاغت کو مثل فرش بچھاکر لوگوں کو اُسپر بیٹھنے کی تمیز دلائی۔ اگر وہ ابواب فصاحت کو نہ کھولتا تو خلایق بیرون حصار رہ کر خوش کلامی کے اونچے مکانوں میں نہ بیٹھ سکتی واضح ہو کہ جسقدر کلام حضرت امیرؑ کا مدون و مجتمع ہوا ہے اُسکا دسواں بیسواں حصہ

بھی کسی اور صحابی کا نہیں پایا گیا۔ نہج البلاغۃ اس کے ثبوت میں کافی ہے۔

امارت و سرداری

علیؑ ہمیشہ سردار لشکر اسلام رہے کبھی آن واحد کے لیئے کسی کے ماتحت نہ ہوئے۔ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو ہدایت کی کہ سلموا علیٰ علي بامرۃ المؤمنين۔ یعنی علیؑ کو مؤمنوں کا سردار کہہ کر سلام کیا کرو۔ چنانچہ عہد رسولؐ میں یہی قاعدہ جاری تھا۔ کہ السّلام علیك یا امیر المومنین لوگوں کی زبان پر جاری رہتا تھا۔ گو کہ بعد آنحضرتؐ اس خطاب نے بہت ارزانی و ترقی حاصل کی۔ ہر صاحب حکومت امیرالمومنین کہلانے لگا۔ مگر جس کو خدا عزّت دے کون لے سکتا ہے۔ اسوقت باین ریزروانی جب کسی کتاب میں محض لفظ امیرالمومنین دیکھا جائے گا فوراً یہی ذہن نشین ہوگا کہ اس جگہ حضرت امیرؑ سے مراد ہے۔ دیکھو لفظ امیر آپ سے ایسا مخصوص ہے کہ تمام صحابہ میں حضرت امیرؑ کسی کو نہیں کہہ سکتے۔

اعجاز و کرامات

دو مرتبہ ڈوبے ہوئے سورج کا اُبھر آنا۔ چشمہ سے سنگ گراں کا ہٹانا۔ مُردوں کو زندہ کرنا۔ قوم جنات کو مسلمان بنانا۔ دیوزاد پہلوانوں کو جنکا قتل عام صحابہ کی طاقت سے باہر تھا تہ تیغ کرنا خیبر کا دروازہ اُکھاڑنا صداقت اعجاز کیلئے کافی ہے

ولادت گاہ

جناب کا مقام پیدائش وہ مقدّس مقام ہے جس کو خدا بَيْتِي یعنی اپنا گھر فرماتا ہے بہ ایں نسبت گویا آپ خدا کے گھر میں پیدا ہوئے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ پیش از علیؑ و بعد از علیؑ این شرف کسے را حاصل نہ شدہ کہ وے بخانۂ کعبہ متولد شدہ باشد مولوی روم فرماتے ہیں۔ **بیت**

پیش ازیں بیت المقدس قبلہ بود	خلق عالم مے نمود آں جا سجود
چوں تولد کرد در کعبہ علیؑ	کعبہ قبلہ گشت از نصِ جلی

طواف خانۂ کعبہ ازآں شد برہمہ واجب ۔ کہ انجا در وجود آمد علیؑ ابن ابیطالب

اتحاد نورین

آپ کا نور حضرت مصطفویؐ سے ایسا متحد ہے کہ آنحضرتؐ کو اعلان کرنا پڑا کہ انا و علیؑ من نور واحد یہی وجہ تھی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میرا اور علی کا گوشت و خون و روح ایک ہے۔

خاندانی عزت

فضل و کمال کے ساتھ اگر کسی کو عالی خاندان ہونے کا بھی شرف حاصل ہو۔ تو اُس سے بالاتر و ذیوقار کوئی شخص ہو نہیں سکتا۔ اسبات میں حضرت امیرؑ نے خاص حصہ پایا۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جو کہ ماں باپ کی جانب سے ہاشمی النسل ہیں ابوطالب کے مرتبہ پر غور کیجئے۔ بہ اعتبار قوت مالی ہر شخص صاحب عزت گنا جاتا ہو مگر ابوطالب ثروت مالی نہ رکھتے تھے بلکہ نادار و کثیر العیال تھے۔ مکہ میں اُسوقت بڑے بڑے صاحب تمول و اہل دولت تھے۔ لیکن جو وجاہت و اثر اہل مکہ کی نظر میں اُن کا تھا وہ بات کسی کو حاصل نہ تھی۔ امراء لوگوں کی جماعت میں غریب و مفلس آدمی کا معزز ہونا بلکہ سردار بطحا و شیخ قریش کہلانا یہ حصہ ابوطالب ہی کا تھا حجازیوں کو بوجہ مخالفت مذہب آنحضرتؐ سے جو عناد تھا محتاج بیان نہیں مگر ابوطالب کی ہیبت ہر طبیعت پر ایسی طاری تھی۔ کہ کوئی قریش اپنے بُرے ارادے میں کامیابی حاصل کرنے کی جرات نہ کرتا تھا۔ کفار جب زیادہ آتش عناد میں جلتے تھے تو صرف اتنا کہہ دیتے تھے کہ حضور اپنے بھتیجے کو روک لیں۔ ہمارے خداؤں کو بُرا کہتا ہے۔ اور اُن کو لاشے اور بے حقیقت محض تبلاکر خلایق کی نگاہ سے اُن کا وقار گراتا ہے۔ ابوطالب اُن کو تسلی و دلاسا دیکر کہدیتے تھے کہ آپ مطمئن رہیں میں سمجھادوں گا۔ مگر حضرتؐ کو کبھی تنبیہہ نہ کی۔ صرف اتنا کہدیا کرتے تھے کہ آپ جس کام پر مامور ہیں اُس کو کیے جائیے۔ مگر نرمی و ملائمیت کو ملحوظ رکھیئے جب کفار زیادہ درپئے آزار ہوئے اپنے پیارے اور محبوب برادرزادہ کو غایت محبت سے

پہاڑ کی گھاٹی میں لیکر چلے گئے جو کہ آج تک شعب ابیطالب مشہور چلا آتا ہے ابوطالب نے اپنے بھائی کے نشانی کی حفاظت میں پوری جانفشانی کی۔ کفار کی ناہنجاری پیش نظر کر کے ایک مخصوص مقام پر حضرتؐ کو نہ سُلاتے تھے۔ جگہ بدلتے رہتے تھے۔ جو بات ایک خیر طلب بزرگ کو کرنی چاہیئے وہ اُنھوں نے پوری کر کے دکھلا دی اُن کی زندگانی قریش کے قصد ضرر رسانی کو روکے ہوئے تھی جب وہ مرگئے تو حضرتؐ کو اُن کے مرنے کا صدمہ شفیق باپ کی جُدائی سے کم نہ تھا سخت پریشان ہوئے کہ ایسا چچا جو کہ تاج سر تھا اُٹھ گیا۔ اُسیوقت آسمان سے حکم پہونچا کہ اے محمدؐ اب مکہ کو چھوڑ کر جلا وطنی اختیار کرو معین ظاہری جو تمھارا تھا وہ مرگیا۔ تعجب ہے کہ ایسے مددگار رسولؐ کو جس نے باپ سے زیادہ شفقت دکھلائی بعض حضرات کافر کہتے ہیں۔ ابوطالب کے ایمان کا تو وہ تو وہ ثبوت مسلمانوں کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہاں اُسکا بیان کرنا مقصود نہیں اس جگہہ محض عقلی طور پر دکھلایا جاتا ہے کہ اُن میں بوئے کفر ہوتی تو قاطع بنیاد کفر کی نگہبانی بہ ایں اہتمام کیوں کی جاتی۔ اگر کہا جائے کہ رشتہ داری سے یہ اعانت ہوئی تھی تو ابولہب سے بھی قریب قریب یہی نسبت تھی وہ تو بالکل جانی دشمن تھا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ کافر قصداً و طبعاً کبھی مومن کی مدد نہیں کرسکتا۔ چہ جائے کہ سردار مؤمنین و کفر کے نام مٹانے والے کی۔ اگر فرض کیا جائے کہ ابوطالب نے بوجہ قرابت و محبت نگہبانی میں کوشش کی نہ بحیثیت ایمان اور وہ اسلام کو بُرا جانتے تھے۔ تو اپنے بیٹے علیؑ کو جو کہ لڑکپن میں ایمان لائے۔ قبول ایمان پر کیوں نہ سرزنش کی کیا کوئی شخص گوارا کرسکتا ہی کہ بیٹا بدراہ ہو جائے اور خصوص وہ لڑکا جو کہ بوجہ صغر سنی اپنے اختیار میں ہو۔ کسی مؤرخ نے آج تک نہیں لکھا کہ وہ کبھی حضرت امیرؑ کے لئے مانع ایمان ہوئے ہوں۔ بلکہ اوائل عمر سے حضرت امیرؑ کو اُن کی خدمت کے لیے مخصوص کر دیا تھا تاکہ آپ کے اخلاق حسنہ کا اکتساب کریں اور فیضان صحبت سے بہرہ یاب ہوں۔ جو شخص رسالہ اسنے المطالب میں ایمان ابوطالب کو دیکھے گا وہ اُن کے ایمان کا پکا گواہ بنجائے گا۔ ابوطالب میں قدرتی طور پر ایک عیب پیدا ہو گیا تھا

اگر وہ نہ ہوتا تو غالباً اُن سے زیادہ کوئی بھی ایماندار نہ کہا جاتا۔ مگر اُس عیب نے اُن کو ایسا نقصان پہنچایا کہ مسلمانوں کو ضرورتاً اُن کو نامسلمان ماننا پڑا۔ علیؑ کا باپ ہونا اُن کے واسطے ایسا شدید نقصان رسان ہوا کہ جس نے لوگوں کے قلب کو اُن کی محبت سے منقلب کر دیا۔ اگر وہ اور کسی کے باپ ہوتے تو نہ معلوم بہ صلۂ حمایتِ رسول اللہ غوث اسلام کہے جاتے یا قطب عالم کا خطاب پاتے۔

حضرات ناظرین ابوطالب صاحب کی خدمت گزاری تو دیکھ لی اب اُن بعض خدمات پر نظر فرمائیے جو کہ اُن کے بیٹے علی المرتضیٰؑ سے معرض وقوع میں آئیں آل ہاشم سے پہلے یہی بزرگ ہیں جنہوں نے نبیؐ کی یاری و مددگاری کا تمام بار نہایت انبساط سے اپنی گردن پر رکھ لیا۔ کتب ذیل میں لکھا ہے۔

تاریخ زوال سلطنت روم مولفہ گبن صاحب جلد ۵ صفحہ (۴۸۵)

تاریخ علامہ جریر طبری جلد اول۔ حصۂ سوم۔ صفحہ (۱۱۷۰)

تاریخ ابن اثیر جلد دوم۔ صفحہ (۲۳) تاریخ ابو الفدا صفحہ (۱۱۸ و ۱۱۹)

خصائص نسائی صفحہ (۵۵ و ۵۶) مدارج النبوۃ۔ صفحہ (۲۴ و ۲۵)

تفسیر معالم التنزیل رُکنِ سوم۔

کہ آنحضرتؐ نے شروع نبوت میں اپنے تمام کُنبہ کے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں خدا کی جانب سے مامور ہوا ہوں کہ تمام بدعتوں کو دفع کر کے ملت ابراہیمؑ کی نورانی چمک سے لوگوں کے قلب و دماغ کو جن میں تاریکی کفر پھیل گئی ہے روشن کروں۔ سچے معبود کی عبادت پر خلایق کو چلاؤں۔ جھوٹے خداؤں کا نام صفحۂ عالم سے مٹاؤں۔ قاف سے تا قاف ایسا آفتاب دین روشن کروں جسکے اُجالے میں سب رہرو صراط مستقیم ہو کر سیدھے بہشت کے دروازے پر پہونچ جائیں۔ آپ صاحبوں میں جو کہ میرے کُنبے اور قبیلے کے ہیں کوئی شخص ایسا ہے کہ اس امر عظیم میں میرا مددگار بنے۔ یہ سُنکر جملہ حاضرین کی گردنیں ایسی نیچی ہوئیں کہ گویا زمین میں آنکھیں گڑ گئیں ایک کو جرأتِ جواب نہ ہوئی۔ اُس مجمع سے علیؑ

نے درحالیکہ اُسوقت اُن کی مسیں بھی نہ بھیگی تھیں سر وقد ہوکر نہایت جوش
سے کہا کہ بھائی صاحب آپ شوق سے اُس کام کے اجرا میں کوشش فرمائیے
جس کے لیئے منجانب خدا مامور ہوئے ہیں۔ انشاء اللہ میں حضور کی کفش برداری
اور دینِ حق کی امداد میں جان سپاری کو اپنا فرض دینی سمجھکر کوشش بلیغ کرونگا
زیادہ تو اسوقت کچھ کہہ نہیں سکتا مگر حضور کے پسینے پر اپنا خون گرانا سعادت دارین
سمجھونگا۔ ارباب جلسہ علیؑ کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ کہ یہ نوخیز جوان
کیونکر اس مہم عظیم کو انجام دے لیگا؟ مگر علیؑ نے اپنے وعدے کو اُسی طرح پورا
کرکے دکھلا دیا جس استقلال سے بند قبا کھولکر کیا تھا۔

حقیر اس موقع پر بطور نمونہ دو ایک باتیں حوالہ قلم کرتا ہے جو کہ ثبوت وفای عہد میں
جبکہ کفار مکہ نے آنحضرتؐ کے قتل کا پختہ ارادہ کرلیا تو حضرت نے جناب امیرؑ
سے فرمایا کہ آپ میری جگہ رات کو آرام کریں تاکہ میں گھر سے نکل جاؤں۔ اگر
آج شب کو یہاں رہا تو قتل کر دیا جاؤنگا۔ آپ سے جس طرح کفار پیش آئیں
نمٹ لینا۔ حضرت امیرؑ نے عرض کیا کہ میرے اس عمل سے حضور کی جان بچ جائیگی
آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بالضرور اس سے بہتر کوئی ترکیب ہی نہیں اُسوقت آپنے
دستِ ادب باندھکر عرض کیا کہ روحی فداک آپ شوق سے صحیح وسالم مقام موعود
پر تشریف لے جائیں میں آپ کے مقام استراحت پر لیٹ کر بالکل اپنی ایسی حیثیت
بنالونگا کہ ہر دیکھنے والا یقین کرسکے کہ خدام دولت آرام فرما رہے ہیں۔
اگر غور کیا جائے تو وہ موقع سخت امتحان کا تھا۔ ایسے پُرخطر مقام پر اچھے اچھے مستقل مزاج
بیحواس ہوجاتے ہیں۔ لیکن علیؑ مطلق نہ گھبرائے۔ جیسا کہ اپنے ذی عزت بھائی
سے وعدہ کیا تھا اُس کو اس طرح پورا کرکے دکھلا دیا کہ واقف اسرار ضمائر نے
ومن النّاس من یّشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ کا زیبا و خوش قطع خلعت
اُس کے صلہ میں بواسطہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرتؐ کے پاس بھیجدیا۔ سبحان اللہ
علیؑ بایع نفس اور خدا اُسکا مشتری ہوا اپنے نفس کو راہ خدا میں بیع قطعی کرکے بجائی زرِثمن

مرضاتِ خدا کو حاصل کیا اُحد میں جبکہ سب نے حضرت کو تنہا چھوڑ دیا تھا اُس وقت علیؑ نے وہ جاں نثاری کی کہ جس کے صلے میں واہب العطیات نے تلوار بھیجی۔ نبی صلعم نے حضرت جبرئیلؑ سے علیٌّ منّی وانا منہ فرمایا۔ جنگ خندق میں عمر ابن عبدود کے مقابلہ پر اگر آپ جوش کھا کر نہ جاتے تو اسلام وہیں خندق میں دفن ہو جاتا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ آپ کی ایک ضرب نے جو کہ پہلوان مذکور کے سر پر لگائی تھی تمام اُمت کی عبادت پر فوق پایا۔ بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ جملہ عباد کی بندگی سے حضور کی ایک ضربت بڑھ گئی جسمیں مہاجر و انصار وغیرہا جمیع طوائفِ اسلام داخل ہیں۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ پہلوان قتل نہ ہوتا تو اسلام ہی نہ چلتا وہیں خندق میں کفن پوش ہو کر بیٹھ پھیلا دیتا۔ عبادتِ خدا کون کرتا۔ آپ کی ضربت نے اسلام کی جڑ کو مضبوط کر دیا جب تو لوگ عابدوں میں داخل ہوئے راستہ بتانے والے کا استحقاق راستہ چلنے والوں سے بدرجہا بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ تعریف اُس انجنیر کی ہے کہ جس نے اول سڑک بنائی ہو نہ اُن مسافروں کی جو کہ گٹھڑی سر پر رکھکر سفر کرتے ہوں۔

بدر و حنین و خیبر کی کارروائیوں کو ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس نے لڑائی میں جان لڑا دی تھی۔ جنگ بدر جسمیں فرشتے نازل ہوئے تھے آپ کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ کیونکہ سب سے زیادہ کفار حضرت علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ حنین میں جناب ہی ثابت قدم رہے ورنہ اکثر پشت بہ میدان ہو کر گریز پا ہو گئے تھے۔ سورۂ توبہ میں ثم ولیتم مدبرین اُنہیں لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو کہ پشت بہ میدان ہو کر گریز پا ہوئے تھے۔ بڑے بڑے درجے کے لوگوں کا بھاگنا مورخین نے درج تواریخ کیا ہے مگر علیؑ کی نسبت سوائے فتوحات کسی جنگ میں یہ آبرو ریز بات مورخوں کے قلم سے نہیں نکلی۔ خیبر کا حال ایسا عیاں ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ کرار غیر فرار و محب و محبوب خدا و رسول ہونا گویا آپ کا خاص حصّہ ہو گیا غرض کہ ہر جنگ میں جناب امیرؑ نے کفار کا قلع قمع کیا۔ اور بعض مواقع پر زخم بھی کھائے مختصر یہ کہ اگر پورے طور پر کسی کو حامی دینِ خدا کہا جائے تو سوائے علیؑ کے اور

کوئی شخص نہ پکارا جائے گا۔ چنانچہ علامہ ابن روزبہان جو کہ اعلیٰ درجہ کے متکلمین اہل سنت میں گزرے ہیں ابطال الباطل میں تحریر فرماتے ہیں (استوی الاسلام بسیف علیؑ) یعنی سطح اسلام کے نشیب و فراز کو علیؑ کی تلوار نے ہموار و مستوی کر دیا۔ سبحان اللہ حضرت ابوطالب کی کیا پاک نسل تھی جنہوں نے دین محمدی کی تائید کو اپنا فرض ذاتی سمجھ لیا تھا۔ آل ابی طالب سے ہر ایک بزرگ نے بہ قدر امکان و مقتضائے وقت نصرت دین نبوی کی کسی نے کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا معرکہ کربلا اس کے ثبوت میں کافی دلیل ہے۔

چونکہ قرآن پاک میں وارد ہوا ہے کہ (ھل جزاء الاحسان الا الاحسان) یعنی احسان کی جزا سوائے احسان کے اور کچھ نہیں۔ لہٰذا اس موقع پر دیکھنا چاہیئے کہ آنحضرتؐ نے جو کہ اُمت کے لیے معلم احکام شریعت ہیں ابوطالب کے حق پرورش کا کیا صلہ دیا۔ اور علیؑ نے جو خدمات دینی کی بجا آوری میں جانبازی کی اُس کا کیا انعام عطا فرمایا۔ حق یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے حقوق ابوطالب اور حضرت امیرؑ کی خادمانہ وفاداری کا وہ نیک بدلہ دیا کہ جس سے بالاتر کوئی معاوضہ نہیں ہوسکتا۔ جملہ عطیات سے اعلیٰ و بالاتر یہ ہے کہ اُس موہبت عظمیٰ و عطائے کبریٰ میں جو کہ منجانب اللہ حضرت اُن کو ملی تھی (نبوّت) خدا سے دعا کر کے انکو ایسا ہی اپنا شریک بنا لیا۔ جیسا کہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے جناب ہارونؑ کو بنایا تھا۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر دُرِ منثور میں و ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں و محب طبری نے ریاض النضرہ میں اور امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں بہ صفحہ (۶۸۱) لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے جناب اقدس الٰہی میں عرض کیا۔ کہ خداوندا جس طرح میرے اخی موسیٰ نے تجھ سے درباب ہارونؑ سوال کیا تھا اُسی طرح میں علیؑ کے بارے میں استدعا کرتا ہوں آلٰہی میرے اہل سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنادے میری ہمت کو اُس سے قوت دیدے اور کار تبلیغ میں اُس کو میرا شریک کردے تاکہ ہم دونوں ملکر کثرت سے تیری

شکر گزاری میں مشغول رہیں تو ہمارے حال کا دیکھنے والا ہے۔ جملہ کتب متذکرہ کی عبارت نقل کرنے میں طوالت ہے اس جگہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کا مضمون ہدیۂ نظر کرتا ہوں +

اخرج الامام احمد بن حنبل عن اسماء بنت عمیس قالت سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم انّی اقول کما قال اخی موسیٰ اللّٰھمّ اجعل لی وزیرًا من اھلی اخی علیًا اشدد بہ ازری واشرکہ منی امری کی نسبحک کثیرًا ونذکرک کثیرا انک کنت بنا بصیرًا۔

علاوہ بریں اپنے علوم نامتناہیہ تمامتر تعلیم کرکے ایسا اعزاز بخشا کہ باب مدینۃ العلم کا خطاب دے دیا۔ ممکن نہیں کہ کوئی شخص علم نبیؐ کے حاصل کرنے میں بلا اس دروازہ کے کسی اور راہ سے آسکے ایسی توجہ بلیغ کے ساتھ اپنے چچازاد کو ہر نوع کا علم سکھایا۔ کہ آسمان سے اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ کا خطاب اُن کو آیا۔ کبھی کسی کا ماتحت نہ کیا ہمیشہ سردار لشکر رکھا یہاں تک مخصوص ہوئے کہ خدا نے نبیؐ کا نفس ذکی قرار دیدیا تمام متاع دنیا میں آنحضرتؐ کے صرف ایک صاحبزادی تھی جس کی تعظیم کو بخلاف رسم زمانہ کھڑے ہوجاتے تھے اور بجائے فرش اُن کے زیر قدم اپنی عبا بچھا دیتے تھے اُن کے لیے بڑے بڑے امراء جلیل القدر خواستگار ہوئے۔ مگر جناب نے کسی کا خیال نہ فرمایا اور اپنے مفلس عمو زاد سے بیاہ دیا اُس کی اولاد کو اپنی اولاد قرار دے لیا۔ حقیقت میں ابوطالب کے احسانات کا وہ بدلہ دیا جسکا مافوق ہونا ممکن نہیں۔

عنوان خلافت

آپ کی خلافت کی شان بھی دوسری خلافتوں کے طرز انعقاد سے بالکل علٰحدہ ہے مختصر حالات یہ ہیں جبکہ حضرت عثمان بلوائیان مصر کے مفسدہ میں جان دے چکے اُسوقت ابوالہیثم بن تیہان و رفاعہ بن رافع و مالک بن عجلان و ابو ایوب انصاری و عمّار یاسر وغیرھم اصحاب رسولؐ نے باخود ہا مشورہ کیا کہ امارت مؤمنین کے لئے

حضرت امیرؑ کو تصدیعہ دیا جائے۔ جملہ حضرات موصوف الصدر مع طلحہ و زبیر و دیگر صحابہ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اپنے قدوم میمنت لزوم سے مسند خلافت کو زینت دیجئے۔ کیونکہ حضور جمیع اوصاف و کمالات کے مجموعہ ہیں۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ آپ صاحب اس کام کے لیئے اور کسی کو تجویز کر لیجئے۔ مجکو معاف فرمائیے۔ تم جس کو خلعت خلافت سے آراستہ کرو گے میں اُس سے مخالفت نہ کرونگا۔ جیسا کہ کبھی پہلے سے نہیں کی۔ میری عادت اطاعت کرنیکی ہے اُس کے لیے حاضر ہوں۔ لوگوں نے اصرار و لجاجت کو حد غایت سے بڑھایا۔ جس قدر وہ مُصر ہوتے تھے جناب بہ نظر اتمام حجت قبول خلافت میں مضایقہ فرماتے تھے بالآخر جب کہ اصرار کو طول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارا حال مثل سائر الناس نہیں۔ ہم اہلبیت رسولؐ و امین اسرار خدا و منبع ہدایت ہیں۔ ہمارے طرز عمل کی کنہ کا ادراک کرنا ہر شخص کا کام نہیں بعض باتیں ایسی دیکھو گے۔ کہ جن سے آپ کی عقل چکر میں آکر بادیۂ تحیر میں ٹھوکریں کھائے گی۔ اسوقت رنگ زمانہ بدلا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے عادات و رسم و رواج اور نہج پر ہیں۔ میں تم کو اُس راستہ پر چلاؤں گا جسپر چلنا بوجہ عادت تم کو گراں معلوم ہوگا۔ مناسب وقت یہی ہے کہ اپنے لیے کوئی اپنی رائے کا امیر تجویز کر لو جیسا کہ پہلے سے کرتے آئے ہو۔ مگر کسی نے نہ مانا اور آہ و زاری کرنے لگے۔ ناچار آپ نے فرمایا کہ اگر تمھارا یہی اصرار ہے تو میں نہیں چاہتا کہ سوائے مسجد رسولؐ کے جو کہ ہم مسلمانوں کا مرجع ہے یہ بات کسی اور جگہ وقوع پذیر ہو۔ کل تم سب خانۂ خدا میں جمع ہو تاکہ امر بیعت سے فراغت ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ علے الصباح مسجد نبویؐ پُر ہو گئی۔ ہر طرف نعرۂ شادی و سرور بلند ہوئے۔ اُسوقت کا جو رنگ تھا اُس کو خود حضرت علیؑ کے بیان ہدایت بنیان سے دکھلایا جاتا ہے آپ نہج البلاغۃ کے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں کہ میری بیعت طوعاً و کرہاً نہیں ہوئی۔ بلکہ شایقین کی یہ حالت تھی کہ وہ میرے ہاتھوں کو کھولتے تھے اور میں بند کرتا تھا۔ لوگ ہاتھ بڑھاتے تھے اور میں پیچھے کو کھینچتا تھا۔ خلقت ایسی اُمنڈ رہی تھی کہ جیسے منزلوں کے

مارے اونٹ حوضوں کو گھیر لیتے ہیں۔ ہجوم خلایق اس کثرت سے تھا کہ بوڑھے آدمی لوگوں کے پیروں میں روندے گئے۔ بیمار بشوق بیعت لکڑی ٹیکتے ہوئے آئے ضعیف و ناتوان گرتے پڑتے پہونچے۔ واضح رائے ارباب دانش ہو کہ جسروز یہ صورت پیش آئی تھی وہ تاریخ بحساب شمسی ۲۱ ماہ مارچ تھی۔ جبھی تحویل آفتاب ہو کر موسم خزاں جاتا ہے اور بہار آتی ہے اُسی روز رات اور دن بھی برابر ہوتے ہیں سبحان اللہ جناب کی عدالت کا کیا اثر تھا کہ شب و روز بھی برابر اُترے۔

سوائے چند بزرگوار مثل سعد ابن ابی وقاص و عبداللہ ابن عمر و ابو ہریرہ وغیرہ کے اور سب نے شرف بیعت حاصل کیا۔ بعد ختم جلسۂ بیعت حضرت امیرؑ دولتسرا میں تشریف لائے۔ دوسرے دن جناب نے خطبہ پڑھا جسکا شروع یہ تھا۔ (الحمد للہ علی احسانہ لقد رجع الحق الی مکانہ) یعنی اللہ کا شکر و احسان ہے کہ حق اپنے مرکز کیطرف رجوع ہوا۔ جناب کے کلام سے سمجھا جاتا ہے کہ قبل ازین حق اپنی جگہ سے ہٹا ہوا تھا اس کے بعد حضورؑ نے نہایت جوش مسرت و عالم وجد میں فرمایا (فقد طلع طالع ولمع لامع ولاح لائح واعتدل مائل واستبدل اللہ بقوم قوماً و بیوم یوماً وانتظرنا الغیر انتظار المجدب المطر) یعنی آفتاب اپنے مقام سے نکلا اور چاند چمکتا ہوا برآمد ہوا جو خطوط کہ مرکز اعتدال سے منحرف ہو گئے تھے وہ اپنے اصلی نقطے پر جھکے ہوئے نظر آرہے ہیں ایک قوم سے خدا نے دوسری قوم کا تبادلہ کیا۔ ہم اُس تغیر کا ایسا ہی انتظار کر رہے تھے۔ جیسا کہ خشک سالی میں بارش کا کیا کرتے ہیں۔

تنبیہ

مبادا کسی کو یہ خیال گزرے کہ حضرت امیرؑ ایسے حریص حکومت تھے کہ خلافت کے ملنے کو خشک سالی کی بارش سے تعبیر فرماتے تھے اُن کو آگاہ ہونا چاہیئے۔ کہ انہار شریعت میں جو انبار خس و خاشاک جمع ہو کر مانع اجرائے آب خالص ہو گیا تھا اُس کے دفعیہ سے آپ خوشدل ہو کر بہ مقام شکر فرماتے تھے کہ اب احکام

خدا بطور واجب رواج پذیر ہوں گے۔

بعد ازیں حضرتؑ نے فرمایا کہ اے گروہ مردم میں تم کو وہ سیدھا راستہ دکھلاؤنگا جو کہ بخط مستقیم بہشت کے دروازے تک سو پہنچتا ہے۔ کیونکہ مجھکو رسولِ پاک نے وہ قانون یاد کرایا ہے کہ جس کی خدا سے اُنہوں نے تعلیم پائی تھی۔ اگر تم میری اطاعت میں وفاداری سے کمربستہ رہوگے تو معلوم ہو جائے گا کہ احکام خدا کسطرح رواج پذیر ہوتے ہیں۔ میرا کام راہ صواب کا دکھلانا ہے اور تمھارا فعل بہ نیک نیتی اُسپر عمل کرنا۔ خوب سمجھ لو کہ میری فراست وجودت طبیعت میں تغیرات زمانہ نے کوئی فرق نہیں ڈالا اور نہ کسی رتبہ و منزلت میں کمی واقع ہوئی ہے۔ جو حالت کہ رسولِ پاک کے زمانہ میں میری تھی وہی اب ہے۔ جس بات کا میں تم کو حکم دوں اُسکو بجالاؤ اپنی طبیعت سے پس وپیش نہ کرو اس لیے کہ مصالح اسلام کے جاننے میں تم ہم سے فایق نہیں ہوسکتے اور نہ ہماری حکمت و مصلحت کو تمھاری عقلیں پاسکتی ہیں اس لیے کہ قرآن ہمارے گھر میں نازل ہوا۔ نبوت و امامت ہم کو ملی۔ آثار وحی ہمنے مشاہدہ کیئے۔ فرشتوں نے ہمارے گھر میں خدمتگاری کی۔ حوروں نے مثل لونڈیوں کے ہمارے گھر میں کام کیا۔ جیسا کہ قرآن کو میں جانتا ہوں تم نہیں جان سکتے۔ محکم۔ و۔ متشابہ و ناسخ و منسوخ و ماوّل وغیرہا وّل کو ہم جانتے ہیں دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ میں ہر آیت کے مقام نزول سے واقف ہوں کہ شب کو نازل ہوئی یا دن میں سفر میں یا حضر میں اور کس باب میں۔ راسخون فی العلم کا خطاب مجھی کو ملا ہے۔ میں ہی وہ ہوں جسکو نبیؐ نے غدیر میں تمھارا مولا کیا تھا بحکم (القرآن مع علي وعلي مع القرآن) میرا اور قرآن کا ساتھ ایسا ہے جیسا کہ جسم اور روح کا ہوتا ہے۔ بہ ایں اعتبار میرے جملہ احکام کو عین مطابق قرآن جاننا چاہیئے + تم میں جو لوگ عیش پسند ہو کر عروسِ دُنیا سے سرگرم بوس و کنار رہیں جن کے سامنے غلاموں کا دستہ دست بستہ کھڑا رہتا ہے جنھوں نے اونچے بنگلوں اور خوش قطع کمروں میں بیٹھنا اختیار کیا ہے قریب ہے کہ وہ ایسی

حرکات سے روک دیے جائیں اور اسلام کی سادہ روش پر قایم رہنے کے لئے مجبور کیے جائیں اور محاسبہ کی دار و گیر میں پھنسیں۔ ایسے آدمیوں کو چاہیئے کہ آزادی کے لیے جانے سے راہ انکار اختیار نہ کریں۔ اور اس پر مغرور نہ ہوں کہ بوجہ قدامت ولایت اسلام میں ہمکو کوئی خاص منزلت ہے اس میں کوئی کلام نہیں کہ مہاجر و انصار یا دیگر طبقات سے اُن لوگوں کا بڑا مرتبہ ہے جنہوں نے صحبت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ حاصل کی اور اُن کی اطاعت سے سرمو تجاوز نہیں کیا۔ اُس کا اجر و ثواب دار دُنیا میں نہ ملیگا۔ بلکہ آخرت میں وہ مستحق نعمات ربانی ہونگے۔ ہر ایسا شخص جسنے دعوت اسلام کی اجابت کی اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری کرکے اسلامی احاطہ میں داخل ہوا وہ تمامی جزا و سزا کا مستحق سمجھا جائیگا۔ حدود الٰہی کے اجراء میں کسی کے مرتبہ کا خیال نہوگا امیر و غریب سب احکام خدا میں برابر سمجھے جائیں گے۔ مجرم سزا پائے گا۔ آزاد و بے لوث سے کسی نوع کا تعرض نہ ہوگا۔ بیت المال سب مسلمانوں پر برابر تقسیم ہوگا ایک کو دوسرے پر کسی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی۔ میں بھی تم میں ایک معمولی درجہ کا شریک سمجھا جاؤنگا۔ نیکوکار و پرہیزگار و ذی اقتدار لوگوں کو چاہیئے کہ جزائے آخرت کے امیدوار رہیں اعمال حسنہ کا معاوضہ مال دُنیا سے نہ چاہیں۔ کیونکہ اس دار ناپائدار کو محل عوض قرار نہیں دیا گیا۔

یہ اسپیچ دیکر آپ منبر سے اُتر آئے اتنا سُنکر وہ لوگ جو کہ برابر حصہ لینے کے کبھی عادی نہ ہوئے تھے دفعتہً ہک دھک رہ گئے کہ یہ کیا غضب ہوا (خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم) ہم سمجھے تھے کہ اب گھر میں خلافت آگئی خوب مال چکھیں گے۔ اُسی روز سے لوگوں کے دل پھرنے لگے اپنے نفس پر نفرین کرتے تھے۔ کہ ہائے ایسے محتاط اور پابند شریعت کو ہم نے کیوں خلیفہ کیا جو کہ ابھی سے اُکھڑی اُکھڑی باتیں کرتا ہے ہر چند کہ اکثر دنیا طلب لوگوں کے نرط مایوسی سے حوصلے ڈھیلے ہوگئے تھے۔ طناب امید بالکل قطع ہوگئی تھی مگر جناب طلحہ و زبیر کے جو کہ عند السنیہ عشرہ مبشرہ میں داخل ہو کر قطعی بہشتی تجویز ہوئے ہیں۔ پیر اُکھڑ گئے۔ فوراً بہ بہانہ حج رات کو مدینے سے مکہ روانہ ہوئے

راہ میں ام المؤمنین عائشۂ صدیقہ سے گٹھوتی کر کے اشتہار جنگ دیدیا۔ ام المومنین سے کہا کہ علیؑ نے عثمان کو مصریوں سے سازش کر کے قتل کرادیا اور خود خلیفہ بن گئے وہ معظمہ اتنی بات کب سُن سکتی تھیں کہ علیؑ بادشاہ اسلام ہیں جس عثمان کو اقتلو انعثلاً قتل اللہ نعثلاً کہکر حکم بہ قتل دیا کرتی تھیں۔ آج مہر مادری سے پُرانی کدورت چشمۂ چشم سے دھونے لگیں۔ ہنوز حضرت امیرؑ نے تخت خلافت پر پہلو بھی نہ بدلا تھا کہ مادر گرامی نے کمربند جہاد سے چُست ہو کر بچّوں کی خونریزی جائز کرلی۔
طلحہ و زبیر جو کہ عشرۂ مبشرہ میں شمار کیے جاتے ہیں مجسّم مغوی ہو کر بی بی صاحبہ کے تحت لوا سرگرم قتال ہوئے۔ ہزارہا اصحاب رسولؐ و تابعین دونوں طرف سے کٹ مرے۔ ام المومنین نے جناب عثمان کا ایسا خون بہا لیا کہ لہو کی ندیاں بہادیں اسلام میں یہ پہلی عورت تھیں جنھوں نے معرکۂ جنگ میں داد مردانگی دی معظّمہ کا معاملے طے نہ ہوا تھا کہ امیر معاویہ رنگ بدلنے لگے۔ عثمان صاحب کے خون کا انتقام ایسا جوش زن ہوا کہ فوج لیکر باغیانہ حیثیت سے میدان میں آکودے برسوں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود حضرت امیرؑ کا لشکر باغی ہو گیا اور بالآخر آپ کو شہید کردیا حضرت امیرؑ کے زمانہ کی بدامنیوں پر نظر کر کے اکثر حضرات فرمایا کرتے ہیں کہ وہ شایستۂ خلافت نہ تھے۔ ملکی انتظامات کے لئے اُن کے دماغ کا کوئی حصّہ وقف نہ ہوا تھا اس کا جواب دلیل المتحیرین میں حقیر نے دیا ہے اور کچھ اوراق بالا میں بیان کیا ہے۔ اس جگہ دوسرے طریقے سے عرض کرتا ہوں۔ صاحبان انصاف غور فرمائیں کہ حضرت امیرؑ کی کسی بدتدبیری سے فساد پیدا ہوا یا متعصب لوگوں کی ناہنجاری سے۔ طلحہ و زبیر طالب حکومت بصرہ تھے عائشہ قاتلان عثمان مانگتی تھیں۔ یزید کے والد ماجد جو کہ حسب خبر معتبر (ملوک عضوض۔ کٹکھنے بادشاہوں) میں داخل تھے ملک شام کے آزاد سلطان ہونے کا فرمان طلب کرتے تھے۔ بخاطر داشت عائشہ دس بیس آدمیوں کو پھانسی دیدیتے۔ معاویہ صاحب کو کہ جو فاسق تھے خلایق خدا پر مسلط کردیتے

تو غالباً دانشمند کہے جاتے۔ جن لوگوں نے ملک میں فساد برپا کرکے خلیفۂ برحق کے معاملات کو منتظم نہ ہونے دیا اور غدر ڈال دیا وہ تو نیک وابرار اور علیؓ بجرم بے انتظامی ناقابل کار ہر زمانہ میں وہ ہی گھر بدترین خلایق سمجھا جاتا ہے جوکہ باغیانہ وضع سے سلطنت کے برباد کرنے میں ساعی ہو نہ وہ بادشاہ جس کے مقابلہ میں بغاوت کی گئی ہو۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں ہندوستانیوں نے بغاوت کی سب انھی کو کورنمک کہتے ہیں۔ انگریزوں پر کوئی بھی الزام قایم نہیں کرتا۔ ہاں اگر حضرت امیرؑ متمکن سریر خلافت ہوکر کسی امر بےجا کے مرتکب ہوتے۔ صحابۂ رسولؐ سے بہ تنگ چشمی پیش آتے۔ بیت المال وقف عیال کرتے تو معترض کہہ سکتے تھے کہ آئین جہانداری نہ جانتے تھے واقعی امر یہ ہے کہ دنیا طلب لوگونکی طبایع میں حضرت امیرؑ سے غبار تھا اُن کے دل مثل آب دیگ جوش مار رہے تھے موقع پاکر اپنے بطون کا اظہار کردیا۔ چنانچہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے تحفہ میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ اگر علیؓ کو اپنا امام مانوگے اور اُس کے احکام کی مخالفت نہ کروگے تو تم کو سیدھا بہشت میں پہونچا دے گا۔ مگر مجھ کو امید نہیں کہ تم لوگ اُس کی امامت پر اتفاق کرو آنحضرتؐ کے ارشاد سے ثابت ہوا کہ وہ لوگ طالب بہشت نہ تھے اگر اُن کو خیال عقبیٰ ہوتا تو آپ کی اطاعت میں کمربستہ رہتے۔ بیعت توڑ تاڑ کر چلتے پھرتے نظر نہ آتے حضرت امیرؑ کے مطیع وہی لوگ ہوسکتے تھے اور ہوئے جن کے دل میں نور ایمان تھا۔ اسی واسطے آپ امیرالمؤمنین امام المتقین۔ قائد الغر المحجلین کہے جاتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کو ہدی للمتقین کہتے ہیں۔

قصہ کوتاہ حضرت امیرؑ کے حالات پورے طور پر بیان کرنا کار بشر نہیں بہ اعتبار فضل وکمال شیعہ نے معصوم جانا اور اشعریہ ومعتزلہ نے محفوظ ایک فرقہ اسلام سے جدا ہوکر ایسا بہکا کہ خدا کہنے لگا۔ خدا کے بندوں میں یہی ایک ایسا بندہ تھا کہ جس کے افعال وخرق عادات نے خلقت کو ایسا دھوکے میں ڈالا

کہ بندہ سے خدا سمجھنے لگے۔ امر واقعی یہ ہے کہ اگر حضرت علی علیہ السلام کے معاملات پر غائر نظر ڈالی جائے تو تجلیات انوار الٰہی قلب پر پرتو فگن ہونے لگتی ہیں۔ کس کے قلم میں جرأت ہے کہ حضور کے محامد جلیلہ سے ایک شمہ لکھ سکے اسی واسطے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

اوصاف علیؑ بہ گفتگو ممکن نیست گنجائش بحر در سبو ممکن نیست
من ذات علیؑ بواجبی کے دانم الا دانم کہ مثل او ممکن نیست

جناب کے افادات پر اگر قیود مذہبی سے جدا ہو کر بے تعصب نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ جناب کے خیالات موحدانہ و فلسفیانہ اس حد کمال پر واقع ہوئے تھے کہ جنکو اسلام کا مایۂ ناز سمجھنا چاہیئے۔ توحید و حکمت و اخلاق و معرفت الٰہی کو اُن ہیں کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ ہر متکلم نے آپ کے دریائے علوم سے استفادہ کیا ہے مثلاً عرض کیا جاتا ہے کہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ کو عوام و خواص نے اعلےٰ درجہ کا خوشگو اور تجربہ کار مانا ہے۔ گلستان سعدی جو ہر زمانہ میں وقیع نگاہوں سے دیکھی گئی ہے اور جسکو عقلائے زمانہ نے زندہ اُستاد تسلیم کیا ہے اُس میں آپ ہی کے کلام کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ کتاب موصوف کو ملاحظہ فرمائیے۔ اکثر جگہہ یہی پائیے گا کہ عرب گوید عرب گوید یہ کون عرب تھا۔ جس کے اقوال کو شیخ ممدوح نے بلا اظہار اسم زیب دہ گلستان کیا ہے۔ شیخ صاحب مرحوم چونکہ اعلےٰ درجہ کے دوراندیش شخص تھے۔ جانتے تھے کہ اگر علیؑ کا نام لکھتا ہوں تو چونکہ وہ کثیر الاعداء ہیں۔ لہذا مسلمان عداوت مرتضوی سے اُسپر نگاہ تلطف نہ فرمائیں گے بایں وجہ مبہم کر کے عرب گوید لکھدیا بطور نمونہ صرف ایک جملہ لکھے دیتا ہوں اُسی پر قیاس کر لینا کافی ہوگا۔ جناب فرماتے ہیں۔

کفاک ادبا لنفسك اجتناب ما تکرہ من غیرك۔ تہذیب نفس کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ غیر لوگوں کی جو باتیں تجکو مکروہ معلوم ہوں اُن کو دوسروں کے مقابلہ میں صرف نہ کر۔ اس جملۂ شریف کی تصریح کی جاتی ہے تاکہ توضیح سے

مطلب ذہن نشین ہو جائے۔
فرض کرو کہ زید کے گھر میں چوری ہو جائے۔ عقل حکم دیتی ہے کہ مال کے تلف ہونے سے زید کو روحانی صدمہ پہونچیگا اور جب کہ زید بکر کے گھر میں نقب لگا کر اُسکا اسباب لیجائے وہی دُرد اُس کو ہوگا جو کہ زید کو ہوا تھا۔ پس بڑی نا انصافی ہے کہ جس بات کو اپنی ذات کے لئے موذی سمجھے اُسی حربہ سے دوسروں کی گردن توڑنے کے لیے آمادہ ہو جائے اسی کا مطلب شیخ صاحب نے ان لفظوں میں ادا کیا ہے (ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں ہم مپسند) حضرت امیرؑ کا کلام بلاغت نظام نثر اور نظم دونوں میں ہے۔ نثر میں نہج البلاغۃ ہے جسمیں مختلف مطالب پر آپنے لیکچر دیے ہیں اور درر غرر و جوامع الکلم بھی نثر ہی میں ہیں۔ ان میں چھوٹے چھوٹے جملے متعلق بہ پند و نصائح اس خوبی سے بیان فرمائے ہیں جس کو ماقل و دل کہتے ہیں۔ نظم میں ایک پورا دیوان ہے۔ ہر دو اقسام متذکرۂ بالا سے بطور مختصر میں کچھ مطالب بہ نظر برکت اس رسالہ میں انشاء اللہ ہدیۂ نظر ناظرین کرونگا

لیکچر جس میں وحدانیت کا ذکر فرمایا ہے

ہمارا خدا ایسا ہے جس کو ہم بے دیکھے جانتے ہیں۔ اُس نے تمام عالم کو محض ارادہ سے بلا تردد و غور و فکر پیدا کیا۔ کل خلایق کے رزق کی کنجی اُس کے ہاتھ میں ہے آفتاب و ماہتاب اُس کے حکم سے منور و متحرک ہیں وہ بالذات کوئی اثر و اختیار نہیں رکھتے۔ جملہ تاثیرات و قوت حرکت خدا کی دی ہوئی ہیں۔ ہر شخص کے افعال خواہ وہ اچھے ہوں یا بُرے علانیہ کئے جائیں یا پس پردہ اُس کے علم نامتناہی سے باہر نہیں ہر ذی روح کے سانس کی تعداد اور دل کی بات سے خوب واقف ہے۔ جو چیز کہ پیدا ہو چکی یا آیندہ ہو گی اُس کے غیر محدود علم میں داخل ہے۔ باوصف رحیم ہونے کے اہل بغاوت کو سزا دیتا ہے اور قہار و جبار ہو کر نیکو کاروں کو اُن کے اعمال کی جزاء نیک دیتا ہے۔ اس سے

مطلب یہ ہے کہ اُس کی ایک صفت دوسری پر غالب نہیں ۔ قائماً بالقسط ہے یعنی عدالت کے دونوں پلّے برابر ہیں ۔ اُس کی صفات کو تقدم و تاخر بھی نہیں یعنی یہ کہ عدل و سخاوت و رحم وغیرہ وقتاً فوقتاً یکے بعد دیگرے لاحق ہوئے یعنی آج یہ اور کل وہ ۔ بلکہ ہر صفت عین ذات ہے اور ہمیشہ سے اُسکے ساتھ وابستہ ہے ۔ وہ سب سے اول و اقدم ہے بعدیت کی تعریف اُس سے لاحق نہیں ہے باوصف مخفی ہونے کے آشکارا ہے ۔ جسپر چھپے ہوئے ہونے کی صفت صادق نہیں آتی ۔ جملہ اشیائی عالم سے جو ایک ہے وہ قلیل کہی جائے گی ۔ مگر حضرا کو باوجود ایک ہونے کے قلت کے ساتھ تعبیر نہیں کرسکتے ۔ کیونکہ زیادتی وکمی اجسام مخلوق سے علاقہ رکھتی ہے ۔ خالق سے اُس کو کیا تعلق ۔ سوائے اُس کی ذات پاک کے ہر صاحب عزت ذلیل ہے ۔ تمام قومیں اُس کے آگے ضعیف و ناتوان ہیں ہر مالک مملوک اور ہر عالم طالب علم ہر سننے والا بہرا ہر صاحب بصارت نابینا ہے ۔ کیونکہ مالک و عالم سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہوسکتا ۔ علیٰ ہذا سماعت و بصارت سب محتاج جسم و آلات کان آنکھ وغیرہ کے ہیں جو کہ دور کی آواز و اشیاء دیکھنے سے عاجز ہیں اُسنے جو پیدا کیا ہے وہ اپنے قصد و ارادہ سے بلا کسی کی مدد یا خواہش کے کیا ہے وہ کسی چیز کے اندر ہے اور نہ علیحدہ اتنے بڑے عالم کے پیدا کرنے سے نہ اُس میں تھکن ہوئی اور نہ کسی طرح کا اضمحلال ۔ اگر چاہے تو مثل اس کے بے انتہا عالم پیدا کرسکتا ہے ۔ اُس نے کسی بات کے کرنے میں دُکھ نہیں پایا ۔ اُس کا ہر فعل عاقلانہ ہے ۔ جو وعدہ اُس نے کیے ہیں وہ ضرور سچے اور ہونے والے ہیں ۔ جب ہمپر مصیبت نازل ہوتی ہے اُس کی طرف رجوع کرکے طالب خیریت ہوتے ہیں ۔ اور بوقت راحت اپنی بدعملی پیش نظر کرکے اُس کے خوف سے ڈرتے ہیں ۔ اُس کا وجود خلایق کے موجود ہونے سے ایسا قابل یقین ہے کہ جسپر کوئی شبہ اثر

پذیر نہیں ہو سکتا۔ موجودات عالم کو زوال و فنا کے پھندے میں پھنسا ہوا دیکھکر عقل سلیم ہمکو حکم دیتی ہے کہ اس اُتار چڑھاؤ کی مشین کا ڈرائیور ضرور کوئی ایسا شخص ہے جس کی ذات سے ہمیشگی لپٹی ہوئی ہے۔ اُس یکتائے وبے ہمتا نے اشیاءِ عالم میں مشابہت پیدا کرکے ہم کو سمجھا دیا ہے کہ وہ کسی کا ہم شبیہ نہیں بلکہ (لیس بمثلہ شیئ) خاص اُسی کی شان ہے۔ تار حواس گو کیسا ہی دراز کیوں نہ ہو اُس کے بام اقتدار تک نہیں پہنچ سکتا۔ اِن موحدانہ اقوال کے پیش کرنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ خلایق پر واضح ہو جائے کہ ہمارے پیشوایان ملت نے ہم کو خدا کی وحدانیت پر اعتقاد رکھنے کا کیسا سبق دیا ہے۔

سوائے ازیں اور مضامین مثبت توحید بکثرت ہیں۔ نہج البلاغۃ میں ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت امیرؑ گو کہ جامع الکمالات ہیں مگر سلطنت کے اصول سے اُن کو بے خبری تھی۔ جو حضرات ایسا خیال فرماتے ہیں اُن کو خود خبر نہیں کہ بادشاہ کس کو کہتے ہیں اور اُس کے فرائض کیا ہیں۔ عام خلایق اعلیٰ درجہ کا مدبر و خوش لیاقت و منتظم و متمدن اُس شخص کو سمجھتی ہے۔ جو کہ چالباز یاں کرکے خلایق کے مال کو اپنے قبضہ میں لائے بلا وجہ جنگ وجدل کرکے اپنے مقبوضات کو وسعت دے۔ حصول مملکت کے جوش میں غارتگری و خونریزی کو عین حُسنِ انتظام سمجھے۔ عیش و آرام میں اوقات شبانہ روزی بسر کرے۔ مخلوقات الٰہی کی رسائی اُس کے ایوان تک ناممکن ہو۔ ایسے لوگوں کو خوشامداً ظلّ اللہ کہا جاتا ہے ورنہ درحقیقت وہ اس کے لایق نہیں ہوتے۔ سلطنت فی الواقع ایک عبادت ہے اور منجملہ امتحانات الٰہی کے ایک بڑا امتحان ہے۔ ہر سلطان اپنے ممالک محروسہ کے بندوں کی حفاظت اور اُن کے حقوق جائز کی نگہبانی کا ذمہ دار ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہی ظلّ سبحانی کے معزز خطاب کا استحقاق رکھتے

ہیں۔ چند واقعات کریم النفسی بذیل التفصیل زہد و مروت حضرت امیرؑ کے بیان ہو چکے ہیں اُن کے معائنہ سے ہر عاقل نتیجہ نکال سکتا ہے کہ سلطنت کے تخت پر بیٹھ کر وہ کس عنوان سے فرائض منصبی کی بجا آوری میں کوشاں تھے۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ حضرت امیرؑ دینی اور اُس دنیا کے لیے جو کہ عین دین ہے ایسے عدیم المثال بادشاہ تھے کہ سوائے اُن کی اولاد اطیاب کے اور کسی کے خصائل نظیراً پیش کرنے سے قلم عاجز ہے۔ اے حضرات ناظرین کہیں آپ نے سُنا ہے کہ کوئی سلطان رات کو روٹی اور خرمے کی گٹھڑی کمر پر لاد کر مساکین اور بیوگان کو دیتا پھرا ہو۔ اندھے اپاہجوں غریب نادار مسافروں کی مثل خدمتگاروں کے پرداخت کرتا ہوا و اُن کے نام پوچھنے پر صرف رو کر یہ کہتا ہوا کہ میں ایک بندۂ ضعیف ہوں۔ تمہاری خدمت محض خوشنودی خدا کے لیے کرتا ہوں۔ کوئی تعریفی جملہ تم سے سُننا نہیں چاہتا۔

واقعی بات یہ ہے کہ جس سچائی اور دینداری پر حضرتؑ چلتے تھے سوائے بعض مخصوصین کے اور کوئی اُس کا قدر شناس نہ تھا۔ عرب کے لوگ عموماً جاہل ہوتے ہیں۔ وہ اُن فلسفیانہ رموز کی تہ کو نپاتے تھے بلکہ اُلٹے ناراض ہو کر فریق مخالف کا دم بھرنے لگتے تھے۔ عام نگاہیں یہ فیصلہ کر لیتی تھیں کہ ان کو مصالح ملک گیری معلوم نہیں لگاوٹ سے کام لینا نہیں جانتے۔ نتیجۂ کلام یہ نکلا کہ بادشاہ دیندار تھا اور اہل لشکر محض دنیا طالب اِس موقع پر میں چند خطوط حضرتؑ کے دکھلاتا ہوں جو کہ نہج البلاغہ میں درج ہیں۔ اُن کے معائنہ سے اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ نفس سلطان اور ضرورت ملک و عمال کے لیے جتنی باتیں ہونی مناسب ہیں وہ سب اُن تحریروں میں اِس خوبی سے بیان کیگئی ہیں کہ ایک پورا قانون جمیع ضروریات کا حاوی موجود ہے سلطان کا کام قانون بنانا ہے اور رعایا کو بہ نیک نیتی نہایت متابعت سے اُس پر کاربند ہونا۔ اگر کوئی رعیت شاہی قانون کی جس کی بنا عدل و انصاف پر ہو اطاعت نہ کرے تو قصور رعیت کا ہے نہ کہ سلطنت کا۔

حضرتؑ (شعب بن قیس) آذربائجان کے گورنر کو تحریر فرماتے ہیں " اپنی خدمات کی

انجام دہی کسی طمع سے نہ کر بلکہ یہ سمجھ لے کہ جس طرح امانت کا ادا کرنا فرض ہے ایسے ہی منصبی کام کا پورا کرنا واجب ہے۔ ہر کام کے انجام دینے میں اپنے مالک حقیقی کا لحاظ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ میری طرف سے نہ تجھ کو یہ اجازت ہے کہ بیوجہ معقول کسی بات کی ابتدا کرے نہ یہ اختیار کہ کوئی منصبی کام کسی کے لحاظ سے معطل کر دیوے۔ جو مال تیرے پاس ہے وہ خدا کا مال ہے تو صرف باسباب ظاہر اُس کا محافظ کیا گیا ہے۔ جب تک کہ وہ اصلی حقداروں تک نہ پہونچ جائے۔ تیری ذات اُس کی ذمہ دار ہے"۔

قثم ابن عباس اپنے چچا زاد بھائی مکہ معظمہ کے عامل کو لکھتے ہیں (جو بات تجھ سے لوگ پوچھنا چاہیں اُس کے تبلانے میں مضایقہ نہ کر۔ جاہلوں کو علم کی تعلیم دے۔ صحبت علماء میں علم کا مذکور رہو۔ نماز بجاعت پڑھنے پر مستقل عادت کر۔ اہل معاملہ کے ساتھ بتوسط غیر گفت و شنید نہ چاہیئے بلکہ خود بالمشافہ کہنا سننا لازمی ہے۔ صاحبان احتیاج کو اپنے پاس آنے سے نہ روک۔ جو مال تیرے پاس ہو وہ فقراء و مساکین پر تقسیم کر دے۔ جو وہاں کی ضرورتوں سے باقی رہے یہاں بھیجدے تاکہ اس جگہ کے صاحبان استحقاق کو دیا جائے بندگان خدا کو حج بیت اللہ کرنے کی ہدایت کر) ایک اور عامل کو تحریر فرماتے ہیں۔

(انفصال قضایا میں دوست و دشمن پر ایک نظر ہو۔ لالچ کو ہرگز اپنا شعار نہ کر یہ کم بخت عدالت کی جڑ کا اُکھاڑنے والا ہے۔ فرض منصبی ادا کرنے میں خواہش نفسانی پر غالب رہنے کی کوشش کر۔ جو کام دوسروں کا ناپسند ہو اُسکو اپنی ملکیت نہ بنا۔

مالک بن حارث کو آپ نے مصر کا حاکم مقرر کیا اُس کو ایک ہدایت نامہ بھیجا جو کہ طولانی ہے اُس کے بعض مضامین کو اس جگہ بیان کرتا ہوں۔

(تو ایسی جگہ حاکم مقرر کیا گیا ہے جہاں تجھ سے پہلے عدل و ظلم کے ساتھ لوگ حکمرانی کر چکے ہیں۔ اہل مصر گزشتہ حکام کے ہر فعل و قول کو جانچتے تھے۔ وہ ہی عمل اب تیرے افعال پر کریں گے اپنے کردار کو ایسے شایستہ پیمانہ پر دکھلا کہ پچھلی حکومتوں کا اثر اُن کے دل سے برطرف ہو جائے اور تجکو بہترین اولین سمجھنے پر بہ حکم طبیعت مجبور ہو جائیں یاد رکھ اچھا وہی ہے جس کو سب دوست و دشمن بلا اختلاف اچھا کہیں۔ نفس پر ایسا

اختیار بہم پہنچا کہ کبھی تجھ کو اُس کی اطاعت کا خیال نہ ہو۔ جہاں تک ہو سکے اعمال نیک کے خزانے جمع کرلے۔ دل میں سوائے رحم کے کبھی ظالمانہ حرکات کا خیال پیدا نہ ہونے دے رعایا کے ساتھ بہ محبت پیش آنے کا خوگر ہو۔ درندوں اور چوپایوں کے اخلاق کا اُن سے عامل نہ ہو۔ کیونکہ تجھ میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں تم دونوں قیدی ہو۔ وہ محکوم ہونے کے فرائض میں جکڑے ہوئے ہیں اور تو حکومت کے پھندے میں پھنسا ہوا ہے۔ جن پر تو فرمانروا ہے وہ تیرے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ تیرے ہم مذہب ہیں۔ یا تجھ سے خلاف مسلک اختیار کیے ہوئے ہیں اگر متحد الملت ہیں تو اُن کے ساتھ برادرانہ برتاؤ کرنا فرض مذہبی ہو گیا۔ بصورت اختلاف وہ اُسی خالق کے بندے ہیں جس نے تجھکو پیدا کیا ہے لازم ہے کہ ہر دو طبقہ میں تفریق مطلق نہو سب کو ایک نظر سے دیکھا جائے۔ اُن کی خطاؤں اور لغزشوں کو اسی طرح معاف کر جیسے اپنے گناہ کی معافی کا خدا سے خواہشمند ہے۔ کبھی کسی کی عفو تقصیر کر کے پشیمانی نہ اُٹھا اور نہ سزا دیکر خوش ہو۔ خدا کے احکام کی مخالفت نہ کر کیونکہ بجرم معاصی جب اُس کا عذاب نازل ہوتا ہے اُس کے ٹال دینے پر کسی کو قدرت نہیں ہوتی۔ حکومت پر غرور نہ کرنا۔ اگر ایک قطعہ ارضی کی فرمانروائی تیری طبیعت میں کوئی اثر پیدا کرے تو اُس بادشاہ کے ملک پر نظر کر جس کی حد غایت سمجھنے کے لیے تیری عقل متحیر ہے۔ بخیل و حریص کو اپنا مشیر نہ بنا کیونکہ یہ دونوں اپنی خباثت نفسانی سے ایسی رائے دیں گے کہ صراط مستقیم سے تجھ کو منزلوں ہٹا دیں گے۔ بخیل تجھکو نیکی سے روکیگا اور حریص بہ ظلم لوگوں کا مال چھیننے کی تحریص دلائے گا۔ بخل و حرص ایسی بدبلا ہیں کہ اِن کے مریض کو خدا سے حسن ظن نہیں رہتا ایسے شخص کو اپنا ندیم و ہمنشین نہ تجویز کر۔ جو کہ کسی ظالم حاکم کی دربارداری کر چکا ہو کیونکہ بوجہ عادت اُس کی رائے اُسی طرف مائل ہو گی جس کا وہ خوگر ہے۔ نیک آدمیوں کو اپنا مصاحب قرار دے اور اُن سے کہدے کہ تیری تعریف بر رو نہ کیا کریں۔ کیونکہ مدح و ثنا انسان کو غرور کے جال میں پھانس لیتی ہے۔ نیک و بد آدمیوں کو ایک نظر سے نہ دیکھ اس میں نیکوں کی ذلت اور بدوں کی عزت ہے۔ رعایا کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھ جس سے

اُن کی طبیعت میں سلطنت کی محبت پیدا ہو۔ واقعی بادشاہ وہ ہے جو کہ ہر فرد رعایا کو اگر اصلی نہیں تو مجازی اولاد ضرور سمجھے۔ جب سلطان رعایا سے ایسا مشفقانہ عمل کریگا رعیت اُس کے قدموں پر اپنی جان فدا کرنے کو سعادت سمجھے گی۔ جن باتوں کے کرنے یا نہ کرنے میں تجھکو تشویش ہو اُس کے فیصلہ کو حکماء کے مشورہ پر موقوف کردے۔

کہنے کو تو یہ ایک خط ہے مگر باعتبار مضامین و کثرتِ ہدایت رسالہ کہہ سکتے ہیں۔ نہایت مختصر باتیں اس جگہ حوالۂ قلم کی گئی ہیں۔ نظام مملکت کے اصول اس عنوان سے بیان کیے گئے ہیں کہ اعلےٰ درجہ کے فلاسفرس اُنکی داد دے سکتے ہیں۔ رعایا کے مدارج اور ارکین سلطنت کی ذمہ داریاں اور ہر درجہ والوں کے ساتھ برتاؤ کے ایسے طریقے بتلا دیے گئے ہیں کہ اُن پر عمل کرنے والا کبھی ٹھوکر نہیں کھا سکتا۔ جتنی باتیں سلطنت کے لئے ضروری ہیں سب کو بیان فرما دیا ہے۔ مثلاً فوجی افسر کیسے ہوں جج و ملکی و مالی حاکم کس قسم کے ہوں۔ حساب و کتاب کے رجسٹر کیونکر ترتیب دیے جائیں۔ سوداگر اور اہل حرفہ کی نگہداشت کیونکر ہو۔ غربا کیواسطے کیسا عمل ہو۔ خراج ملک کے وصول کرنے میں کون کون امور پیش نظر رکھنے چاہئیں جن سے ملک کی آبادی اور آمدنی میں فراوانی ہو سوائے ازیں اور بہت سے نصائح کا ذخیرہ ہے جو کہ حکام کے لئے ضروری ہے غور کرنے کا مقام ہے کہ ایسا شخص جسنے عرب کے سے جاہل ملک میں پرورش پائی ہو وہ ایسے گوہر بیش بہا نصائح کے لٹائے اور ضوابطِ ملکی اس قسم کے منضبط کرے کہ جن کے سمجھنے کے لئے معمولی دماغ معطل ہوں۔ ہر عاقل یہ مضامین دیکھکر نتیجہ نکال سکتا ہے کہ یہ شخص اپنی نظیر خود ہی تھا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ان تحریروں پر عمل کرنا اور اُن کو اپنا دستور العمل بنانا ہر شخص کا کام نہیں اس کا عامل وہی ہو سکتا ہے جو کہ دین و دنیا کو ایک سمجھکر اس عالم کو مزرعہ آخرت جانتا ہو اور جس نے فریب و دغا و بدعملی دنکو ھیڈ کردار کا نام دُنیا رکھ لیا ہے وہ حضور کے کلام بلاغت نظام سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا دُنیا دار ہو کر دیندار ہونا جتنا مشکل ہے ایسا ہی ان ہدایات پر عمل کرنا دشوار ہے جنکے نفس خبیث ہیں وہ ان سہل العمل باتوں کو نہایت ہی گران جانتے ہیں اور جن کی عقل سلیم ہے وہ

بہت ہی آسان خیال کرتے ہیں۔ مثلاً عرض کرتا ہوں۔ سچ بولنا ایک فطرتی بات ہے۔ سچ بات کہنے میں تُوڑ پھوڑ وصنعت کی ضرورت نہیں۔ اور جھوٹ بات بنانے میں بڑا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ ہر پہلو پر نظر ڈالکر دیکھا جاتا ہے کہ کہیں اس دیوار میں شگاف تو نہ ہو جائیگا مگر عموماً لوگ اُسی راہ کو اختیار کیے ہوئے ہیں جو کہ صعب اور عسیر المرور ہے۔ اور آسان راستہ کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ دیگر شرائع انبیاء کے مقابلہ میں شریعت اسلام سہل کہی جاتی ہے اور فی الواقع ہے۔ مگر محمدی صاحبوں نے اس کی سہولت کو ایسا سخت و ناقابل التعمیل سمجھ رکھا ہے کہ ہر بات کو کوہ ہمالیہ کی اونچی چوٹی جانتے ہیں۔ اور شریعت کی مخالفت کو آسان سمجھ کر اُس کی مخالفت کے لیے موجود ہیں۔ الحاصل جناب امیرؑ علیہ السلام کے ایسے حکیمانہ افعال واحکام تھے کہ جن کی خوبی وہ ہی جان سکتے ہیں جو کہ دُنیا کو دار مکافات اور روز آخرت کو ہونیوالا یقین کیے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حالت جنگ میں تمامتر یہی اہتمام ہوتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے مخالف اور اُس کے ہوا خواہوں کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ مگر جنابؑ اپنے مخالفوں سے عین موقع جنگ پر شریفانہ برتاؤ کرتے تھے جسکی داد دینے پر دشمن کا دل بھی مجبور ہو جاتا ہے۔ فوج کو پریڈ پہ سُنا دیا جاتا تھا کہ جو تم سے لڑے اُن سے لڑو خواہ مخواہ خود ایسے اسباب بہم نہ پہونچاؤ جسکا نتیجہ منجر بجدال ہو۔ بوڑھے۔ بیمار بچے۔ عورتیں۔ نابینا۔ اپاہج ہرگز نہ ستائے جائیں۔ بقدر امکان اُن کی حفاظت کی جائے اپنے دُشمنوں کو گھیر کر آگ میں نہ جلاؤ۔ کھانے پینے کے وسائل کو اُن سے نہ روکو اور نہ کوئی زہریلی چیز اُن کے کھانوں میں ملاؤ۔ جب کہ میدان صفین میں جنگ ٹھیر گئی۔ اہل لشکر کو بلا کر سمجھایا جب تک دشمن حملہ کرنے میں سبقت نہ کرلیں۔ تم ہاتھ پر ہاتھ رکھے کھڑے رہنا۔ جس وقت کہ وہ مسبوق بحرب ہولیں تب تلوار کا ڈورا کھولنا۔ اگر خدا تم کو ظفر دے کسی بھاگتے کا پیچھا نہ کرنا۔ میدان جنگ میں جو زخمی ملے اُس کو نہ مارنا۔ لولے۔ لنگڑے کو ہرگز نہ ستانا۔ دُشمنوں کی عورتوں پر ہاتھ نہ اُٹھانا۔ اُن کی عادت میں کوسنا اور گالیاں دینا ہوتا ہے اس سے اپنی طبایع کو غصہ میں نہ لانا۔ ایک اور موقع پر سپاہ سے ارشاد فرماتے ہیں پڑاؤ کی جگہ قبل از ورود لشکر ایسی تلاش کرنا جو کنارۂ دریا یا دامن کوہ میں ہو۔ ایسا موقع

نہ ملنے پر بلند جگہ تلاش کرنی ضروری ہے۔ اگر پہاڑی مل جائے تو چہار طرف پہرہ قایم کرو مبادا غفلت سے کوئی ضرر پہنچ جائے۔ یا موقع امن ہاتھ سے نکل جائے ایک جانب یا زیادہ سے زیادہ دو سمت سے فوج کا دھاوا کیا جائے۔ سب لشکر ایک ساتھ ملکر سفر کرے اور ایک جگہ اُترے نا اتفاقی کو دخل نہ ہو۔ وقت شب فوج کے گرداگرد نیزے کھڑے کردو کم سوؤ اور سونے میں بالکل غافل نہ ہو۔

ان جملہ معاملات مصرحہ بالا پر خوب نظر کرکے نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ جس شخص کے موحدانہ فلسفیانہ خیالات اس درجہ پر ہوں۔ رحم و کرم و عدل جسکی طبیعت میں انتہائی درجہ پر پہنچ گیا ہو۔ فوجی قواعد میں کمال رکھتا ہو۔ فرائض سلطنت اور اُس کی حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو اُسکی نسبت کون عقل کا دشمن کہہ سکتا ہے کہ قانون جہانداری سے بے بہرہ تھا۔ اگر اہل لشکر اور رعایا اُن قواعد کے پورے پابند ہوتے تو ممکن تھا کہ انتظامات ملکی میں کوئی فتور واقع ہوتا۔ یہاں تو یہ غضب ہوا کہ تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی وہ لوگ بگڑ گئے جو کہ اسلام کے رکن اعظم کہے جاتے تھے۔ نبی کی بی بی اُبھر کھڑی ہوئیں۔ اُن کی وجاہت نے اور بھی آگ لگادی۔ امیر معاویہ گورنر شام بھی رنگ بدلنے لگے کُھلم کُھلا بغاوت کا بہت اونچا علم بلند کردیا۔ اُسپر طرہ یہ ہوا کہ لشکری لوگ سلطان کو ناموافق طبیعت دیکھکر سستی کرنے لگے۔ تمام عرب میں غوغائے عظیم برپا ہوگیا ایسے وقت میں بیکس بادشاہ کیا کرسکتا ہے۔ حضرات معترض حُسن عقیدت و کمال محبت سے اُن لوگوں کی نسبت تو لب نہیں ہلاتے جو کہ باعث فساد و برہمی ہوئے۔ حضرت امیرؑ کے افعال پر منھ کھولنے میں نہنگ بلا سے بھی زیادہ دریدہ دہن ہیں۔ معترض کو چاہیئے کہ قبل از اعتراض معاملہ کے ہر پہلو پر نظر کرے۔ اسی واسطے عقلا نے کہا ہے پہلے بات کو تولو پھر مونھ سے بولو بعد ازیں میں کتاب دُرر عزر متذکرہ بالا سے چند اقوال حضرت امیرؑ کے دکھلاتا ہوں جن سے اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کی نظر میں دُنیا کی کیا حقیقت تھی اور معرفت الٰہی میں آپ کا پایہ کہاں تک بلند تھا فرماتے ہیں (الدنیا تغر و تضر و تمر) دنیا پہلے غرے میں ڈالتی ہے پھر نقصان پہنچاتی ہے بعد ازاں گزر جاتی ہے۔ تین جملوں میں اس خوبی و لطافت سے دُنیا کی حقیقت بیان فرمائی ہے کہ جس سے اختصار اور توضیح دونوں صفات کی خوشبو اپٹیں آرہی

ہیں۔ ایسے جامع الفاظ جمع کیے گئے ہیں کہ نہ اُن سے زیادہ صراحت ہوسکتی ہے اور نہ مختصر جملہ بن سکتا ہے۔ ان کلمات کے مطالب اصلی پر غور کیا جائے تو بالکل سچائی اور واقعیت کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں۔ عموماً اہل دُنیا اُسکی محبت میں ایسے شاغل و شامل رہتے ہیں۔ کہ تصویر عالم کے ایک رُخ کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ دوسرے پہلو پر کبھی بھولے سے بھی نگاہ نہیں کرتے۔ دُنیا کی چیزوں نے اُن کو ایسا شیفتہ و فریفتہ کیا ہے کہ کبھی آڑی نظر بھی اُس کے دوسری جانب نہیں ڈالتے۔ اس سے زیادہ دنیا اور کیا فریب دے سکتی ہے کہ اپنے چاہنے والے کو بالکل اپنا بنا لیا اس گہری محبت اور عاشقانہ وارفتگی سے جو ضرر نفوس انسانی کو پہونچتے ہیں پوشیدہ نہیں۔ مگر یہ ایسی بے وفا معشوق ہے کہ اپنے عاشقوں کے عشق حقیقی کی ذرہ برابر قدر نہیں کرتی۔ بے چاروں کو غفلت بھری نیند میں خراٹے لیتا ہوا چھوڑ کر بہ ایں آہستگی کھسک جاتی ہے کہ پاؤں کی آہٹ تک معلوم نہیں ہوتی۔ دوسرے موقع پر ارشاد ہوا ہے۔ (التقی رئیس الاخلاق) تمام اخلاق کی ریاست و سرداری پرہیزگاری پر موقوف ہے ظاہر ہے کہ نیکوکار کے تمام افعال احاطۂ شائستگی میں ہوں گے اور آزاد و گسستہ مہار کی کوئی بات درست نہ ہوگی پس تمام اخلاق حسنہ کی بُنیاد نیک بختی پر ہے۔ پھر فرمایا ہے۔ الغالب بالشّر مغلوب جو شخص دغا۔ فریب و دھوکہ بازی سے کسی پر غلبہ پا جائے وہ درحقیقت کوئی فتح نہیں۔ بلکہ صاحبان نظر کے سامنے وہ عین شکست اور بُری شکست ہے۔ اس کی توضیح ضروری نہیں معلوم ہوتی۔ ادنیٰ فہم والا اسکے نتائج سمجھ سکتا ہے۔ یہ بھی حضور ہی کا ارشاد ہے صحۃ الجسد فی قلۃ الحسد جسم انسانی کی صحت حسد کی کمی پر موقوف ہے۔ یہ موذی مادہ سوائے نفوس قدسیہ عام طبائع میں کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ مگر بعض لوگوں کے مزاج میں یہ خبیث خلط ایسی جگہ پکڑ جاتی ہے کہ ایک طرح کے بخار کی حیثیت پیدا کر لیتی ہے جو کہ مثل تپ لازم ہر وقت بدن کو پھونکتی ہے۔ اہل تجربہ کا قول ہے کہ حسد کی ابتدا دماغ سے ہے۔ اگر اس آگ کے شعلے زیادہ بلند ہوئے تو جو ہر دماغ کو جلا دیتے ہیں چنانچہ (پوسٹ مارٹم) یعنی تشریح بعد الموت سے ثابت ہوا ہے کہ بعض آدمیوں کا دماغ جلا ہوا دیکھا گیا ہے۔

پھر ارشاد ہوا ہے (لم یذھب من مالك ما وعظك) اپنے مال کے اس نقصان کو جس سے

تجھ کو کوئی اخلاقی نتیجہ حاصل ہو نقصان نہ سمجھ بلکہ عین فائدہ تصور کر۔ مثال سے اس مقولہ کی توضیح
کی جاتی ہے۔ زید کا کچھ نقد یا جنس از قسم اسباب وغیرہ چوری گیا۔ زید مذکور نے جب بہ نظر غور دیکھا
تو معلوم ہوا کہ وہ تلف شدہ مال بذریعہ چوری یا اور کسی ناجائز طریقہ سے حاصل ہوا تھا اس نے
کسب یا محنت سے پیدا نہ کیا تھا۔ اب اس کی طبیعت خود بخود یہ فیصلہ کرے گی کہ مال حرام
بود بجائے حرام رفت۔ اگر اس کی عقل سلیم ہے تو سمجھ جائے گا کہ بے جا طور سے جو چیز بہم
پہنچائی جاتی ہے وہ وفا نہیں کرتی۔ پس ممکن ہے کہ برائے آیندہ یہ بُرے کاموں کے ارتکاب
سے رُک جائے۔ گویا وہ ڈاکہ جو کہ اُس کے گھر میں پڑا یا وہ نقب جسنے اُس کے کمرے
میں چھید ڈالا ایک ناصح اور واعظ ہو گیا۔ افضل الاعمال ما اکرھت نفسک علیہ
بہترین عمل وہ کام ہے جس کے کرنے سے نفس پر کراہت پیدا ہو۔ نفس امّارہ ہمیشہ اُس کام
کی ترغیب دیتا ہے جو کہ بُرا ہو اور اچھے عمل کرنے سے روکتا ہے پس اس مجاہدہ میں
جسنے غلبہ پا لیا اور خلاف خواہش نفسانی پر عامل ہوا وہ ہی فعل بہتر ہے۔ گویا حضرتؑ نے
اچھے اور بُرے افعال کا معیار انسان کی طبیعت ہی کو قایم فرما دیا۔ اگر اس بے مول نسخہ کا
استعمال کیا جائے تو کبھی آدمی مبتلائے دردِ عصیاں نہیں ہو سکتا۔
الحاصل حضرت امیرؑ کے مراتب و مناقب کا بیان کرنا طاقت بشری سے باہر ہے مجھ ایسا
کج مج بیان ہرگز قدرت نہیں رکھتا کہ کچھ قلم فرسائی کر سکے لہذا غایت عجز و درماندگی سے
عنان توسنِ کلام روک کر اب اُس وعدہ کو وفا کرتا ہوں جو کہ اُن دو بزرگ تازہ شیعہ
سے خلافت خلفائے ثلاثہ کی نسبت کیا تھا تاکہ صاحبانِ تحقیق پر واضح ہو جائے کہ باعتبار
فضل و کمال کون مستحق خلافت تھا ثلاثہ یا حضرت امیرؑ۔ میں امید کرتا ہوں کہ جو صاحب
بنظرِ تامل حالات پر غور فرمائیں گے حقیقت حال اُن سے پوشیدہ نہ رہیگی۔

حضرت ابوبکر صدّیق کی خلافت کے حالات

اے ناظرین با تمکین جناب امیر علیہ السلام کی شانِ خلافت تو آپ دیکھ چکے۔ ثلاثہ کی خلافت کا
نقشہ دیکھئے اور سب سے پہلے بلحاظ ترتیب خلافت حضرت اوّل کی حکومت کا عنوان ملاحظہ فرمایئے

رسولؐ اکرم تختۂ میت پر بآرام لیٹے ہوئے ہیں۔ ام المومنین عائشہ نعتہ چوڑیاں ٹھنڈی کر رہی ہیں سپید دوپٹہ اوڑھے ہوئے۔ بچپنی کے زمانہ سے آنیوالی زندگی کی امیدوں کو خاک میں ملا رہی ہیں۔ حفصہ سر کے بال نوچ نوچ بیخود ہو رہی ہیں۔ آواز بکا و شیون سے مدینہ کے در و دیوار لرز رہے ہیں اور شیخین مصرع نہ شرم از خدا نے حیا از رسولؐ ایک بدمعاش خانہ (سقیفہ) میں گھسے ہوئے درباب خلافت انصار سے لپا ڈگی کر رہے ہیں۔ سعد عبادہ رسولؐ کا جلیل القدر صحابی لات و مکے کھا رہا ہے۔ کبھی ایک امیر مہاجر و انصار کا تجویز ہوتا ہے۔ گاہے انصار میں وزارت اور مہاجرین میں خلافت قایم کرنے کی رائے پیش ہو رہی ہے۔ کبھی ابوبکر عمر کو اور وہ ابوبکر کو خلافت کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ ابوبکر کہتے ہیں اے عمر ہاتھ بڑھاؤ میرے نزدیک تم اعلیٰ درجہ کے عاقل و خوش تدبیر ہو مہمات خلافت اچھی طرح انجام دو گے۔ وہ فرماتے ہیں نہیں حضرت آپ ہم سے بڑے اور رفیق غار و مصاحب غمگسار ہیں۔ حضور کی موجودگی میں بندہ تخت خلافت پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ آپ سلطنت کریں۔ یہ حقیر وزیر بنکر بہ حیثیت مدار المہامی انجام خدمات کرے گا۔ غرضکہ تنہا حضرت عمر کی بیعت واقع ہو کر تکمیل اجماع ہو گیا۔ سبحان اللہ پہلی پہل خلافت رسولؐ و امارت مومنین کے انتخاب کا جلسہ ایسے ذی عزت مقام پر ہوا جسجگہ بدمعاشان عرب جمع ہو کر مشورہ ہائے باطل یعنی لوٹ کھسوٹ قتل و غارتگری و ڈکیتی وغیرہ کا کیا کرتے تھے۔ غالباً یہ ہی وجہ ہو گی کہ حضرت ابوبکر نے سر جلسہ بایں مضمون خلافت سے استعفاء دینا چاہا تھا کہ اقیلونی لست بخیرکم و علیٌّ فیکم یعنی جبکہ علیؑ تم میں موجود ہیں تو میری کیا ضرورت ہے۔ اور شاید اسی سبب سے حضرت دوم نے فرمایا تھا کہ بلا مشورۂ اہل حل و عقد ابوبکر کی بیعت ناگہانی طور پر واقع ہو گئی تھی خدا نے اس کے شر سے بچا لیا۔ اگر آیندہ بہ مثل ابوبکر کسی نے حصول خلافت میں دلیری کی تو گردن مار دیا جائیگا۔ واہ کیا اچھی خلافت تھی جس کو فاروق اعظم نے شرارت کے ساتھ سر منبر نسبت دی جو لوگ کہ خلافت صدیق کو صحیح و جائز جانتے ہیں وہ حضرت عمر کی منصفانہ تقریر سے نتیجہ پیدا کریں۔ اگر تقریر حقیر پر شبہ ہو تو تشئید المطاعن کو دیکھ لیں۔ جو کہ تحفہ کے باب دہم کا جواب ہے

ابوبکر صاحب کا اتفاقیہ بیعت کرنا اور حضرت عمر کا خلافت صدیق کو فلتہ یعنی ناگہانی بیان
فرمانا کتب اہل سنت سے ثابت کیا گیا ہے۔ المدعا سقیفہ سے لڑ بھڑ کر تین دن میں واپس
ہوئے اور مطلق اعتنا نہ فرمایا کہ نعش نبیؐ کب دفن ہوئی۔ چوتھے روز سے دار و گیر شروع
ہوئی لوگ بیعت کیلئے اس طرح پکڑے آتے تھے کہ جیسے قصاب بکریوں کو کیلے میں لایا
کرتے ہیں۔ تمام بنی ہاشم و سلمان و ابوذر و مقداد و زبیر وغیرہم تخلف از بیعت کر کے اپنے
اپنے گھروں کا دروازہ بند کیے بیٹھے تھے۔ مدینہ میں وہ غدر پھیل رہا تھا جیسا کہ دہلی اور
اُس کے نواح میں سکھ مرہٹوں نے لوگوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ حضرت عمر دُرّہ لیے ہوئے
ایک ایک کو دھمکاتے پھرتے تھے بعض بہ خوف اور بعض بہ رغبت سلسلۂ بیعت میں جکڑے
جاتے تھے۔ علیؑ طلب اول پر نہ آئے عذر کیا کہ میں قرآن جمع کرتا ہوں۔ جناب عمر کو جو کہ
منہمک اخذ بیعت تھے اتنا عذر سُننے کی کہاں تاب تھی فوراً آگ اور لکڑیاں لیکر چڑھ گئے
چنانچہ شاہ صاحب نے تحفہ کے باب دہم میں تسلیم کیا ہے کہ عمر اسواسطے آگ لیکر گئے تھے کہ
مفسدانِ اُمت خانہ سیدہؑ میں جمع ہوکر ابوبکر کی معزولی کا مشورہ کیا کرتے تھے اُن کی دھمکانے
اور ڈرانے کو گئے تھے۔ جو حضرات کہ اس خلافت کو اجماعی فرماتے ہیں وہ اس دار و گیر پر
بھی ایک نظر ڈالیں کیا اجماع اسکو کہتے ہیں کہ خلقت کے چھپر پھونک کر تکلیف بیعت
دی جائے۔ اجماع کی یہ صورت ہوتی کہ اصحاب موجودہ مدینہ منورہ بعد دفن رسولؐ اہلبیتؑ
کے ساتھ مراسم عزاداری بجالاتے چونکہ خاندان نبوت پر غم کا پہاڑ ٹوٹا تھا۔ لہذا سب
متفق اللفظ ہوکر حضرت سیدہؑ و جناب امیرؑ سے کہتے کہ مشیت خدا میں جو ہونا تھا وہ ہوا آپ
صبر فرمائیں۔ ہم آپ کے بزرگ کے غلام ہیں اور اُن کے احسان ہمارے سروں پر اتنے ہیں
کہ اُسکا کوئی بدلہ آپکو نہیں دے سکتے۔ چونکہ اُن مرحوم کی تمامتر کوشش اجرائے دین میں تھی
لہذا ہم سب مسلمان اُس کام کی تکمیل میں بدل کوشاں ہیں آپ صبر و شکیبائی سے دیکھیں
کہ ما فدویان اعانت دین کس طرح کرتے ہیں۔ بحکم حدیث ثقلین نبیؐ ہم آپکو اور قرآن کو
حاکم کر گئے ہیں انشاء اللہ فدویانہ وفاداری اور شریفانہ سلیقہ شعاری سے دکھا دینگے
کہ اطاعت نبیؐ کس خوبی سے کیگئی اور آپ کے حقوق کا کہاں تک لحاظ کیا گیا وہاں سے

رخصت ہو کر مسجد نبوی یا کسی دوسرے معزز مقام پر جمع ہو کے باخود! مشورہ کرتے کہ ہمی
نبیؐ تو وفات پا گئے اب ہم میں کوئی شخص ایسا تجویز ہونا چاہیئے کہ جو مثل رسول اسلامی دنیا کا انتظام
کرے شریعت کا پورا واقف اور اُسکا عامل ہو علم و فضل و فصاحت کلام میں سرآمد معاصرین
خود ہو۔ علمائے یہود و نصاریٰ و دہریہ وغیرہم پر عند المباحثہ حقیقت اسلام ثابت کرسکے
شجاعت و پُر دلی میں یگانہ ہو۔ اجراء حدود الٰہی و نفاذ احکام شریعت میں محتاج تعلیم نہ ہو زہد
اتقا و پرہیزگاری میں اپنا مثل نہ رکھتا ہو۔ نصرت دین اُس کا فرض منصبی ہو سرکشان عرب کو
تہ تیغ کرکے کفر کی بستیوں کو اُس نے اُجاڑا ہو اگر اس حیثیت سے اجماع کیا جاتا تو بے شبہ وہ
عین حق و صواب ہوتا اور خاندانِ نبوّت سے کبھی حکومت اسلام نہ نکلتی کیونکہ اس صفت کا شخص
سوائے حضرت امیرؑ کے اور کوئی نہ تھا۔ ناظرین خدارا انصاف فرمایئے تمام عالم کی تاریخ دیکھکر
آپ کوئی نظیر دکھلا سکتے ہیں کہ کسی قوم نے اپنے بادشاہ کے گاڑنے دابنے میں اس طرح
بے پروائی کی ہو جیسی کہ جناب شیخین سے بہ مقابلہ رسولؐ واقع ہوئی۔ ابو عبیدہ جراح جنکا خاص
پیشہ گورکنی تھا رسولؐ کی قبر کھودنے نہ آئے اور سقیفہ میں گھسے ہوئے مصروف گالی گلوج
رہے ایک ادنیٰ فقیر مرتا ہے تو اُس کے چیلے اور مُرید پہلے گور گڑھے کی فکر کرتے ہیں زاں بعد
کسی کو گدی پر بٹھاتے ہیں۔ حیف ہے سردار دو عالم وفات پائیں اور یار غار مع اپنے نفس
ناطقہ کے کافور ہو جائیں۔ اسپر بھی صبر نہ کریں اُن کے پس ماندوں کو آگ کا اشد العذاب ہے
خوف دلائیں جس گھر میں میّت واقع ہوتی ہے عزاداروں کو اہل محلہ سمجھاتے ہیں لوگ کی
تسلی اور دلاسا دیتے ہیں نہ یہ کہ اُس کا گھر جلا دیں یا گھر پھونکنے کی دھمکی دیں مسلمان صاحب اگر
کچھ حیائے اسلام رکھتے ہیں تو شیخین کی طرفداری سے یہ قابلیت نہیں رکھتے کہ کسی مخالف اسلام کے سامنے
مونھہ کرسکیں مسلمانوں کے نبی کی بیٹی فرش ماتم پر بلبلاہٹ سے اپنے باپ کو رو رہی ہے چھوٹے
چھوٹے بچوں کو دلاسا دے رہی ہے کہ صبر کرو۔ تمھارا جانے والا گزر گیا۔ اور اُن کا جبد ناسعد
سنگ چقماق لیے آگ نکال رہا ہے۔ اہل ایمان خود اندازہ کرسکتے ہیں کہ اُسوقت اہل بیت کے قلب ستمدیدہ
رسیدہ پر کیا گزری ہوگی۔ انہیں وجوہ سے سیدہ نے بروایت مسلم وغیرہ حضرت امیرؑ سے وصیت کی
تھی کہ یہ لوگ میرے جنازے پر نہ آئیں چنانچہ حضرت امیرؑ نے دونوں کو نہ بلایا۔ شاہ صاحب نے

بھی تحفہ میں اس بات کو تسلیم فرمایا ہے۔ زمانۂ حال کے محقق کامل جناب مستطاب ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی نے بھی رویائے صادقہ میں ظاہر فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے فاطمہ علیہا السلام پر ظلم کیا تھا وہ شرکت جنازہ سے روک دیے گئے تھے۔

حضرت عمر کی خلافت کا بیان

خلیفہ ابوبکر صدیق مرض الموت میں مبتلا ہیں۔ سینہ میں دم اُلٹ پلٹ ہو رہا ہے فرط یبوست سے آواز گلوگیر ہے و مبدم بیہوشی طاری ہے۔ حضرت عثمان دوات وقلم لیے بیٹھے ہیں خلافت کے لیے وصیت نامہ لکھا جاتا ہے۔ خلاف سنت رسولؐ انتظام امامت ہوتا ہے۔ صدیق نے لکنت آمیز زبان سے کسی کا نام نہیں لیا عثمان نے چونکہ اُن کے خیالات سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے حضرت دوم کا نام لکھدیا۔ جب خلیفہ کو ہوش آیا پوچھا کہ کس کا نام لکھا۔ کاتب وصیت نامہ نے عرض کیا کہ حضور جس نے آپ کو سقیفہ میں خلیفہ کیا تھا۔ یہ سُنکر خلیفہ جی چلتے وقت بہت خوش ہوئے اور سمجھ گئے کہ عمر کی کوشش کا مجھ سے پورا بدلہ ہو گیا۔ یہ خبر سنکر اصحاب رسولؐ میں ایک شور عظیم برپا ہوا کہ ہائے عمر حاکم اسلام ہوئے ابوبکر سے کہا کہ حضور یہ کیا آفت برپا کر چلے۔ ہم پر ایسے شخص کو کیوں مسلط کیا جو تندخوئی و بد مزاجی میں اپنا نظیر خود ہی ہے ہم لوگ پہلے ہی ان کی تند طبیعت سے جان بلب تھے اب حکومت مآب بنکر اور بھی نیم چڑھا کریلا ہو جائیں گے بہ ثبوت اس کے کہ اصحاب نے حضرت عمر کی حکومت سے دلتنگی ظاہر کی تھی اور کسی طرح اُن کا حاکم اسلام بننا نہ چاہتے تھے بلکہ جسطرح شیطان عمر سے بھاگتا تھا اسی طرح مسلمان اُن کا پڑوس ناپسند کرتے تھے چند کتب کے حوالہ سے ہدیۂ نظر کرتا ہوں۔ بیاض ابراہیمی میں لکھا ہے ولمّا فرغ من الکتاب دخل علیہ قوم من الصحابۃ منھم طلحۃ فقال لہ ما انت قائل لربک غدا قد ولیت علینا فظا غلیظا یفرغ منہ النفوس وتنقبض عنہ القلوب یعنی جب وقت عمر کا نام ابوبکر درج وصیت نامہ کر چکے تو چند صحابہ اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے جن میں طلحہ بھی تھے جو کہ عشرۂ مبشرہ میں داخل ہیں کہ حضور یہ کیا غضب کر چلے

خود تو دنیا سے رخصت ہوئے اور ہمکو ایک فظ وغلیظ (بدخواہ و تندمزاج) کے حوالہ کر دیا جس سے نفوس متنفر اور طبائع منغص ومنقبض ہیں۔ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں (ان ابا بکر حین حضرتہ الموت ارسل الی عمر یستخلفہ فقال الناس استخلف علینا فظًا غلیظًا) ملا علی متقی کنز العمال میں اور واقدی اپنی تاریخ میں بروایت عائشہ مضمون بالا کے ناقل ہوئے ہیں۔ بلکہ واقدی نے حضرت امیرؑ کا نام بھی معترضین میں لکھدیا ہے شاہ ولی اللہ دہلوی پدر صاحب تحفہ ازالۃ الخفا میں صحیح ترمذی اور مستدرک کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں (ان ابا بکر حین الموت ارسل الی عمر یستخلفہ فقال الناس استخلف علینا فظًا غلیظًا ولو قد ولینا کان افظوا غلظ فما تقول لربک اذا لقیتہ وقد استخلفت علینا عمر) یعنی جبکہ حضرت صدیق رخصت فرمائے ملک بقا ہوئے تو انہوں نے حضرت خلیفۂ دوم کو اپنا قائم مقام بنایا۔ صحابہ نے عرض کی کہ آپنے ایک مرد تندخو و درشت طبیعت کو ہمپر مسلط کیا۔ خدا کو اسکا کیا جواب دوگے۔

زمانۂ حال ۱۳۱۸ھ سنہ ہجری میں عبد الصمد صاحب خلف رفیع الدین مدرس خورجہ متوطن گھٹاولی ضلع بلند شہر نے ایک کتاب مسمّٰی بہ مباحثہ صمدیہ و شیعہ میں لکھکر مطبع برن پرکاش ضلع صدر میں چھپوائی ہے۔ اُسکے صفحہ (۵۰) سطر اوّل پر یہ عبارت ہے (عمر کے خلیفہ مقرر کرنے پر لوگوں نے کراہت کی اور ابو بکر سے کہا کہ کیا جواب دوگے خدا کو اس بات کا کہ ہم پر مسلط کیا تمنے مرد سخت کو)۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ اگر نبی وقت آخر وصیت نامہ لکھنے کےلئے دوات وقلم منگائیں تو ہذیان گو کہے جائیں۔ اور ابو بکر صاحب صدیق کا خطاب پائیں۔ نہ معلوم یہ طرز استخلاف کس نبی کی سنت تھی جسکو جناب ابو بکر نے اختیار فرماکر حضرت عمر کو جبۂ خلافت عنایت فرمایا تھا۔ کیونکہ بقول اہلسنت نبی نے کسی پر احکام استخلاف جاری نہ فرمائے تھے بلکہ امت کی رائے پر چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ تحفہ کے باب ہفتم میں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ خدا و رسولؐ کو دربارۂ تقرر خلیفہ کوئی اختیار نہیں ہے اگر خدا خود خلیفہ قائم کرے تو اُس سے فساد پیدا ہو جائے۔ چونکہ انسان اپنا غراض کو خود اچھی طرح سمجھ سکتا ہے لہذا یہ کام چار دانشمند معاملہ فہم لوگوں کا ہے کہ اپنی رفع حاجت کی لئے خود حاکم تجویز کرلیں بس معلوم ہوا کہ

بروئے مذہب سنّیہ اصلی خلیفہ وہی ہے جس کے سر پر چار بھائی پگڑی بندھا کر چودھری بنادیں حضرت
عمر کے معاملہ پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے سر پر اُن لوگوں نے جن کو انتخاب کرنے کا حق تھا
عمامۂ حکومت نہ باندھا تھا بلکہ عالم بےخودی و خود رفتگی میں خالی از عقل ہو کر ابوبکر صاحب نے اُن کے
سر پر ایک پگڑی رکھی تھی جسکو لوگوں نے ناپسند کیا اور چہار طرف سے غل و شور پیدا ہوا کہ ایک بدخو
و درشت مزاج حاکم کیا جاتا ہے۔ یہ شخص (ابوبکر) خدا کو کیا موہنہ دکھائیگا۔ واہ خلیفہ صاحب کے سر پر
عجیب پگڑی بندھی جسکا تار تار بندھتے ہی الگ ہو گیا۔ حضرات اہل سنّت بجائے خود انصاف فرمائیں
کہ جن لوگوں کو انتخاب خلافت کرنیکا حق تھا جبکہ وہ ہی عمر کی قایم مقامی سے ناراض و دلتنگ تھے
تو حسب اصول مقرر کردۂ اہل سنّت یہ خلافت کیونکر صحیح ہو سکتی ہے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ حسب تصریح
بالا معترضین تمام صحابہ تھے اور بالخصوص حضرت طلحہ جنکا شمار بروئے حدیث عشرۂ مبشرہ اُن لوگوں میں ہے جو
کہ قطعی جنتی تھے اہل حدیث نے بزمرۂ معترضین حضرت امیرؑ کا نام بھی لکھا ہے صاحبان فہم سوچیں
کہ اس خلافت کے اونٹ کا کوئی پہلو درست نہیں ابوبکر کا استخلاف اوّل تو خلاف سنّت نبوی تھا
دوم اہل سنّت کے اصول کے بالکل خلاف کیونکہ منصوب کردہ خدا و رسولؐ سے جبکہ بقول شاہ صاحب
مفاسد لازم آتے ہیں تو ابوبکر نے بیہوشی میں جسکو چارج دیا وہ منبع مفاسد ہونا چاہیئے۔ سوم معترضین
صحابہ ایسے ناراض ہوئے کہ خلیفہ ابوبکر کے مُنہ پر کہدیا کہ درشت مزاج کو جو ہمپر مسلّط کیا ہے پیش خدا اسکی
جوابدہی کے لیئے تیار رہیئے۔ چہارم باعتبار سخت مزاجی و کج خلقی عمر بدترین خلایق تھے اور وہ اس لایق بھی
نہ تھے کہ بہشت کے کسی گوشے میں بستر لگا سکتے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے کتاب عوارف المعارف میں ایک
طولانی عبارت لکھی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ بدمزاج و تندخو بدترین خلایق ہے۔ بیاض ابراہیمی میں نہایت
اللغۃ ابن اثیر سے بروایت ابن عباس نقل ہوا ہے ستۃ لا یدخلون الجنّۃ منہم الجعثل
فقیل لہ ما الجعثل قال الفظ الغلیظ خلاصہ۔ چھہ آدمی بہشت میں نہیں جا سکتے از آنجملہ
ایک جعثل ہے پوچھا کہ جعثل کیا ہوتا ہے جواب دیا کہ فظ و غلیظ۔ بدخو تندمزاج درشت گو کج
اخلاق۔ سوائے ازین عمر صاحب نے خدا سے درخواست کی کہ آلٰہی میں بخیل ہوں مادہ سخاوت دیدے
ضعیف ہوں طاقت دیدے سخت و تند طبیعت ہوں نرم طبیعت بنا دے۔ دیکھو رسالہ مسمّی بہ ذبح عظیم
مؤلفہ حقیر مطبوعہ لاہور۔ بحمد اللہ بوجہ کامل و اضح ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر کی باجاہ و جلال خلافت عقلاً و

انصافاً و حسب اصول اہل سنت ناجائز محض تھی۔

ہرگاہ خلافت جناب عمر ناجائز و باطل ٹھیری تو وہ جملہ امور بھی بیکار قرار پائے جو کہ زمانۂ حکومت میں اُن سے وقوع پذیر ہوئے تاوقتیکہ حضرات سنیہ خلافت عمر پر صحابۂ رسولؐ کی رضامندی کا محضر پیش نہ فرمائیں جناب دوم کے خلیفہ برحق ہونے پر گردن افراشتہ نہوں خدائے منعام کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ سُنی صاحبوں کے ایسے جلیل القدر خلیفہ کی بے اعتباری دکھلائی گئی ہے جسکا جواب سوائے سکوت انشاءاللہ اور کچھ نہ ہوسکیگا۔ حضرات ناظرین اسبات کو معمولی نہ سمجھیں بڑی عمیق نظر اس بحث پر ڈالیں ہرگاہ عندالسنیہ منصوب کردہ خدا و رسولؐ سے ترتب مفاسد لازم آتا ہے اور جسکو باتفاق آرائے اہل اسلام تجویز کریں اسکی خلافت سے اتندارا ایمان بڑھتا ہے تو اس صورت میں حضرت ابوبکر صدیق کی بھی خیریت نظر نہیں آتی۔ جناب عمر کی خلافت بجرم غلظت و فظاظت (تندخوئی و بدمزاجی) ندارد ہوئی۔ حضرت اوّل باایں ہمہ نیک مزاجی و سادگی طبیعت حصار خلافت سے باہر نظر آتے ہیں کیونکہ ان پر نہ استخلاف ہوا اور نہ اجماع۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں (جو کہ حسب تصریح اہل لغۃ خصوصاً غیاث اللغات) عرب کا بدمعاش خانہ ہے۔ مہاجر و انصار رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کو بےکفن و دفن چھوڑ کر درباب خلافت باہمدگر حرف زن ہوئے بالآخر انصار کا دعوئ خلافت رد ہوکر مہاجرین کو ڈگری ملی صرف حضرت عمر اور ابوعبیدہ جراح کے بیعت کرنے سے حضرت ابوبکر خلیفۃ اللہ و خلیفۂ رسول ہو گئے اسی کا نام اجماع رکھا گیا۔ حضرت امیرؑ مع گروہ بنی ہاشم اس خلافت کے قبول کرنے اور زمرۂ مبایعین میں داخل ہونیسے برسر مخاصمہ رہے خلیفہ نے یہاں تک دباؤ ڈالا کہ اُن کے مطیع بنانے کی غرض سے آگ اور لکڑیاں بھی دروازۂ سیدہ پر لیگئے اور بہت سخت دھمکی دی مگر کسی نے بیعت نہ کی صحیح مسلم و بخاری وغیرہا میں لکھا ہے کہ جب تک فاطمہؑ زندہ رہیں صحابہ حضرت امیرؑ کا احترام کرتے تھے۔ مگر جب کہ وفات آنحضرتؐ سے چھ مہینے بعد سیدہ بصدمۂ دردوتعب وفات پائیں اہل مدینہ جو کہ ظاہری رواداری حضرت علیؑ کی کرتے تھے اُس کے تارک ہوئے تب علیؑ نے مضطر ہوکر ابوبکر کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ مجھ سے تنہا ملاقات کریں تاکہ امر بیعت طے ہوجائے مگر کوئی دوسرا شخص آپ کے ساتھ نہ ہو۔ امام مسلم لکھتے ہیں کہ شخص ثانی سے مراد عمر ہے۔ کیونکہ حضرت امیرؑ اُن کے دیکھنے کو مکروہ جانتے تھے۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱ سطر ۱۵ پر یہ مضمون

درج ہے۔ یہ روایت چونکہ کتب اہل سُنّت سے ماخوذ ہے۔ لہذا ہمپر اُس کے کسی جملہ کی پابندی لازم نہیں نہ اُسکا صحیح جاننا ضروری ہے۔ مگر بقول خصم اتنی بات تو پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت علیؑ نے ایک مدت تک ابوبکر صاحب کی بیعت نہ کی اور جبکہ آمادہ بہ بیعت ہوئے وہ اضطراری حالت تھی اور صحابہ نے اُن کے احترام میں کمی کردی تھی۔ اور خلیفہ دوم کو دیکھنے کو وہ مکروہ سمجھتے تھے۔ غالباً یہ کراہت اس وجہ سے ہو کہ انہی حضرت کی تدبیر سے حکومت اسلام ہمارے گھر سے نکل گئی۔ یہی ہمارے گھر پر آگ اور لکڑیاں لائے۔ انہی کی ضرب رسانی سے میرا معصوم بچہ مرگیا یہی صاحب ہلاکت فاطمہؑ کے باعث ہوئے۔ الحاصل ہرگاہ عندالسنیہ خلافت نبوی موقوف باجماع ورضامندی اہل اسلام ہے اور مسلمانوں کا ذی عزت گروہ بنی ہاشم خلیفۂ اول کے انتخاب میں شریک نہیں ہوا بلکہ برہم زنی کی فکر کرتا رہا۔ اندریں حالت حسب اصول موضوعہ اہل سُنّت خلافت اول باطل ہوئی۔ ہمارے ہاتھ میں سوائے دیگر وجوہ کے ایک بڑی وجہ مبطل خلافت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے اپنے زمانۂ حکومت میں بقول امام مسلم و بخاری وغیرہا فرمایا تھا کہ خلافت ابوبکر میں ناگہانی طور پر بلامشورۂ اہل حل وعقد مبادرت کی گئی تھی۔ خدا نے اُسکے شر سے مسلمانوں کو بچالیا۔ اگر آیندہ کسی نے امر خلافت میں ایسی جُرأت کی جیسی کہ سقیفہ میں کیگئی تھی تو وہ شخص مستوجب سزائے شدید ہے۔ جناب شاہ صاحب نے تحفہ کے باب دہم میں حضرت عمر کے ارشاد کو تسلیم فرمالیا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جو صاحب بلاجنبۂ مذہب ان واقعات پر نظر ڈالیں گے خلافت شیخین کی بنیاد کو ایسا ہی کمزور سمجھینگے جیسی کہ وہ درحقیقت تھے۔

گروہ شیعہ اُسکو خلیفہ برحق جانتا ہے۔ جسکے لئے قرآن میں حکم ہوا اور نبی نے بروئے حدیث اُس کا اعلان فرمادیا۔ چنانچہ بہ ثبوت خلافت مرتضوی آیات واحادیث مستخرج کرکے کتب اہل سُنّت سے اُس کا ثبوت دیتے ہیں۔ حضرات اہل سنت کے ہاتھ میں کوئی ایسی آیت یا حدیث نہیں ہے جسکو بہ ثبوت خلافت شیخین وہ پیش کرکے کامیابی حاصل کرسکیں۔ لہذا اُنھوں نے یہ کلیہ قایم فرمالیا کہ جس کو خدا اور رسولؐ حاکم اُمت مقرر فرمائیں اُس سے مفسدہ وعدم اصلاح حال اُمت لازم آتا ہے اور جس کو چار رذوا خذوا ایرا غیرا پنچ بنکر چودھری تجویز کرلیں اُس سے امر اسلام درست ہوجائے۔ تحفہ کے باب ہفتم میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے بصدجیم وخم اس مضمون

کو حوالۂ قلم فرمایا ہے نئی روشنی کے اہل سنت سے مجھ کو بڑی امید ہے کہ وہ ضرور اسپر نظر ڈالیں گے کہ انتظام خدا و رسول مفسد اور تجویز عوام الناس مصلح۔ سبحان اللہ دعوی اسلام اور یہ خوش عقیدگی عجب نہیں کہ بروز بازپرس شاہ صاحب سے پوچھا جائے کہ کیوں صاحب جسکو ہم نائب نبی تجویز کریں اس سے خرابی اسلام ہو اور جس کے سر پر چار اچھے برے آدمی دو سیر سوت لپیٹ دیں وہ کشتی اسلام کو صحیح استقامت کنارۂ عافیت پر پہنچا دیوے۔ اسلام صحیح اسی کا نام ہے جسکا اعتقاد و عمل ائمہ اہل سنت کو ہے۔

حضرت عثمان کی خلافت کا بیان

جبکہ حضرات شیخین کی خلافت تو جو کہ حسب عقیدۂ اہل سنت جائز و صحیح تھی حقیر باطل و عاطل کر چکا تو اب مجھ کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ حضرت عثمان کی خلافت کا حال بیان کرتا مگر ضرورت سلسلہ مجبور کرتی ہے لہذا مختصراً کچھ عرض کرتا ہوں۔ جبکہ حضرت عمر کے شکم مبارک میں شیخ ابو لولو نے چھری گھسیڑ دی اور زخم کاری سے حضور کو امید زندگی نہ رہی تو پہلے اپنے ان محسن یاروں کو یاد کیا جنہوں نے بروز سقیفہ انعقاد بیعت صدیق میں پوری جانفشانی دکھلائی تھی۔ (ابو عبیدہ و سالم) مگر وہ اپنے مقر اصلی میں پہنچ چکے تھے۔ اگر زندہ ہوتے تو بحکم (ہل جزاء الاحسان الا الاحسان) ضرور خلیفہ بنائے جاتے۔ خلیفہ صاحب کی رائے میں ان کے بعد کوئی شخص قابل خلافت نہ تھا۔ تمام فضائل کا خاتمہ اپنی ہی ذات پر موقوف سمجھے ہوئے تھے خلاف حکم رسول و سیرت ابوبکر انہوں نے درباب انتظام خلافت تیسری شاخ نکالی (شوری) صحیح مسلم و بخاری میں وارد ہوا ہے کہ خلیفہ دوم نے بوقت وفات فرمایا کہ اگر میں کسی کو خلافت سے نامزد کروں تو مجھ سے بہتر ابوبکر نے بھی کیا ہے انہوں نے منشور خلافت میرے نام پر تحریر فرمایا تھا اور اگر کسی کو مقرر نہ کروں بلکہ امت کی رائے پر چھوڑ دوں تو گویا کہ میں نے اطاعت نبی کی۔ انہوں نے کسی کو اپنا جانشین نہ بنایا تھا۔ ہر گاہ خلیفہ صاحب بہر دو صورت ثواب ماجور ہونا چاہتے تھے تو ایک طریقہ اختیار فرماتے۔ کسی کو خلیفہ مقرر کرتے یا نہ کرتے۔ ثواب کی گٹھڑی ہر طرح ان کے سر پر بندھی جاتی۔ مگر افسوس ہے کہ خلیفہ صاحب نے بخلاف سنت رسول و سیرت ابوبکر ایک طبعزاد بات (شوری) تجویز کر کے خواہ مخواہ اپنا چہرہ اہل بدعت میں لکھوایا۔ عمر صاحب کی بدعتی تدبیر سے جو خلیفہ ہوا وہ ضرور ثمرۂ بدعت ہوگا۔ حضرت عمر نے اپنے مرنے کے بعد بروی کمیٹی

سُناتے تھے کہ بیٹے کے دو حصے ہیں اور بیٹی کا ایک۔ اس جگہ نبی مثل سرشتہ وار میں و رضا قایم مقام کلکٹر سوائے
ازین چند آیات قرآن کے معنی بدل دیے تھے۔ شیعہ نے علمای شیعہ سے پوچھا جو شخص ایسا اعتقاد رکھے اُس کے لیے
کیا حکم ہے صاف لکھدیا کہ کافر۔ فتوی دہندگان کو یہ معلوم نہ تھا کہ کلنک کا ٹیکہ ایسے جلیل القدر عالم کی پیشانی
پر لگ جائیگا ورنہ بدل بدلا دیتے۔ المختصر مولوی موصوف ہدیۃ الشیعہ میں لکھتے ہیں۔ یہ بھی اہل فہم پر ظاہر ہو گیا
کہ ان کے زمانہ میں اُن کے ہاتھوں سے جو کچھ دین کے مقدمہ میں ظاہر ہوا اور اُس نے رواج پایا۔ جیسے
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ کو فدک نہ دینا اور حضرت عمر کا متعہ کو منع کرنا اور تراویح کی تاکید
اور حضرت عثمان کا جمعہ میں ایک اذان بڑھانا۔ وہ سب منجملہ دین پسندیدہ مصداق ارتضیٰ لہم ہے۔ علیٰ ہذا
القیاس جس مسئلہ پر ان کی وجہ سے ان کے زمانہ میں اجماع ہو گیا وہ لاریب حق و ثواب ہے اُس سے جو
منحرف ہے اور جو اسکا منکر ہے وہ حق کا منکر ہے۔ مولوی صاحب کی تحریر سے واضح ہوا کہ امورات
بالا کے متعلق احکام خدا و رسول نہیں ہیں بلکہ یہ ایجاد تازہ خلفاء ثلاثہ کا تھا جس کو سیرت شیخین کہا جاتا ہے
عبد الرحمن ابن عوف چونکہ بجائے خود جانتا تھا کہ علی خلفای ماسبق کو اچھا نہیں جانتے لہذا ان کے سامنے
وہ بات پیش کی جائے جس کو وہ کبھی قبول نہ کر سکیں یہی عدم قبول اُن کی محرومی کا قوی سبب ہو جائے گا
اور مجکو یہ کہنے کی گنجایش مل جائیگی کہ بوجہ عدم اتباع سیرت شیخین اُن کو خلیفہ نہ کیا گیا غرضکہ عبد الرحمن صاحب
نے حضرت عمر کی روح کو اچھی طرح خوش کر دیا ورنہ حضرت امیر کے خلیفہ ہونے سے صدمہ ہوتا استغفر اللہ
اگر اس سے ہزار گونہ سلطنت بھی ہوتی تب بھی شاہ خیبر گیر شرط مذکور سے پسند نہ فرماتے وہ حافظ دین نبوی
تھے اگر صرف زبانی اقرار اُسوقت کر لیتے تو دین نبوی برباد ہو جاتا معتقدین خلفا کو ایک بڑی دستاویز
مل جاتی کہ ہرگاہ حضرت مرتضوی جلسہ عام میں اُن کی سیرت پر چلنے کا اقرار فرما چکے تو اب شیعہ لوگوں کو
چون و چرا کرنے کی گنجایش نہیں حضرت امیر کے انکار نے سُنیوں کا تمام شیرازہ توڑ دیا۔ ہر مصنف بجائے
خود غور کر سکتا ہے کہ اگر سیرت شیخین موافق حکم خدا و رسول ہوتی تو حضرت امیر اُس کے اتباع سے انکار کر کے
سلطنت جیسی محبوب اور پیاری چیز نہ چھوڑتے ایک یہی بات سنی و شیعہ کے قضایا کی فیصلہ کن ہے کتاب
مغازی میں لکھا ہے کہ حضرت امیر نے روبروئے ممبران شوری بلند آواز کر کے فرمایا کہ میں ہر وقت
مستحق خلافت تھا۔ اگر میرے بھائی کی نصیحت مانع نہ ہوتی تو دیکھ لیا جاتا ابو بکر کیونکر مسند آرای خلافت ہوتے
مگر میں نے صبر کیا اور اب بھی صبر کرتا ہوں۔ مؤلف داب حیدری حنفی المذہب جسکا ذکر اوپر کئی جگہ آیا ہے

واٰب حیدری کے صفحہ ۱۶ پہ لکھتے ہیں "جب عثمان خلیفہ ہوئے حضرت امیرؑ فصبح جمیل کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے
ان واقعات پر نظر کرنے سے کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ حضرت امیرؑ خلفاء اولین کو حق پر جانتے تھے یا یہ کہ
عبدالرحمن کے انتخاب کرنے سے وہ عثمان کو خلیفہ برحق تسلیم کر چکے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ الحاصل
جبکہ اس عنوان سے حضرت عثمان خلیفۂ رسول ہوگئے تو بنی اُمیہ کے ساتھ پوری صلہ رحمی کی۔ فدک جو
کہ سیدہ کو نہ دیا گیا تھا مروان کی جاگیر میں داخل ہوگیا۔ حقیر نے رسالہ سجادیہ مولفہ خود میں مفصل ذکر کر دیا
ہے چونکہ انھوں نے اپنے سالے سسروں کے ساتھ خوب دست افشانی کی تھی لہٰذا سنیوں نے آیۂ وافی
ہدایہ (رحماء بینہم) کی صفت سے اُن کو موصوف کر دیا صحابۂ رسولؐ پر اُس وقت بڑے ظلم ہوئے۔ عمار یاسر
عین کچہری میں پٹوائے گئے۔ ابن مسعود کی ہڈی پسلیاں توڑی گئیں۔ ابوذر غفاری شہر بدر ہوئے صدہا
قرآن خاکستر ہوئے۔ مملکت اسلام میں ہل چل ہوگئی۔ بیرونی صوبجات میں عمالوں نے دست تظلم دراز کیا
بالآخر خلیفہ صاحب شہید ہوگئے۔ بدہشت بلوائیان مصر کوئی دفن نہ کر سکا۔ مزبلہ یعنی خس و خاشاک پر
لاش مقدس بے کفن و دفن پڑی رہی حسب اندراج تاریخ احمد اعثم کوفی و روضۃ الصفا وغیرہ کمبخت کتے
ایک ٹانگ توڑ کر لے گئے۔ کتوں کی گستاخی و تیز دندانی کا حال حقیر نے تواریخ مذکورہ سے لکھا ہے
نظام عثمانی کے حنفی المذہب مؤلف جو لکھتے ہیں وہ یہ ہی صفحہ ۹۳ سطر ۲۲۔ عثمان کو ایک دفعہ گھر میں
گڑھا کھود کر دابا۔ پھر رات کو وہاں سے اُٹھا کر مقابر یہود میں دفن کر دیا۔ معاویہ صاحب نے بقیع میں
داخل کر لیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہر دو برادران ایمانی جو کہ تازہ مذہب شیعہ میں داخل ہوئے ہیں
اس مختصر رسالہ کو معائنہ فرما کر پُرانے مذہب کے حالات سے بجمیع الوجوہ آگاہ ہو جائیں گے
اور دیگر مومنین بھی انشاء اللہ تعالےٰ فائدہ اُٹھائیں گے۔ نیز جو سُنی صاحب
سمجھکر اس کو پڑھیں گے اگر شیعہ نہ ہوئے تو انشاء اللہ تم سُنی بھی
نہ رہیں گے۔ ٹوٹے برتن کی طرح جھوجرے ہو جائیں گے

راقم

سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم
متوطن بھڑہ سادات واقع سادات بارھہ ضلع مظفر نگر

صرف یہ کہکر ٹال دیا ہے کہ یزید کا بیان قابل اعتبار نہیں۔ اسی واسطے امام حسین علیہ السلام کی نسبت کہا گیا ہے مصرع اے کشتۂ سقیفہ و شورا و کربلا۔ یعنی امام موصوف کی شہادت اُسوقت واقع ہوئی جبکہ سقیفہ میں اُن کے گھر سے حکومت نکالی گئی۔ الحاصل حضرت عمر نے بہت دور نظر کیکے عبدالرحمٰن ابن عوف کو صدر ممبر شوریٰ کا کیا تھا حضرت امیر سمجھ گئے کہ یہ تین آدمی عثمان و سعد و عبدالرحمن باہمدگر ایسے زنجیر رشتہ داری میں جکڑے ہوئے ہیں کہ ہزار جھٹکوں میں بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے رہے طلحہ و زبیر اگر اُنھوں نے مجھکو منتخب بھی کیا تو کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حضرت عمر اُس ٹھوک کو قوت و ترجیح دیگئے ہیں یعنی عبدالرحمٰن ہو ہم کسی صورت سے تخت خلافت کے نزدیک نہیں جا سکتے چنانچہ وہی ہوا جیسا کہ آپ فرماتے تھے۔ کتاب نظام عثمانی متذکرۂ اوراق بالا کے صفحہ ۲۴ سطر ۱۳ پر درج ہے (عبدالرحمٰن ابن عوف نے اول حضرت علیؑ سے پوچھا کہ تم مجھ سے وعدہ کرتے ہو کہ خلیفہ ہونے پر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور سیرت شیخین کے پابند رہوگے اور اُسپر عمل کروگے۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ بقدر طاقت اور امکان اور بقدر مبلغ علم کے میں اس میں کوشش کرونگا۔ حالانکہ سوانحات زمانہ میں مجھکو بالکل دخل نہیں حضرت علیؑ کا یہ جواب کچھ اس وجہ سے نہ تھا کہ اُن کو خلافت کے حاصل کرنے کی رغبت نہ تھی بلکہ فقط یہ وجہ تھی کہ خلفاء سابقین کی کل باتیں اُن کی پسند نہ تھیں بلکہ وہ اپنے اجتہاد کے مطابق بعض باتوں کے خلاف تھے۔ یہی صاحب اپنی دوسری کتاب داب حیدری مذکورۂ بالا کے صفحہ ۱۰ پر اس طرح لکھتے ہیں (خلفائے اول کی بہت سی باتیں حضرت علیؑ کے خلاف تھیں جنکو وہ ضرور اپنی خلافت میں بدلتے) سید امیر علی صاحب بیرسٹر لا بھی اپنی مصنفہ کتاب روح الاسلام کے صفحہ ۱۴۱ پر انکار حضرت امیرؑ کو لکھتے ہیں۔

اِن عبارات انکاری پر بے توجہی سے نظر نہ ڈالنی چاہئے بلکہ بہت غور کرنے کی ضرورت ہے اتنی بڑی سلطنت جو کہ قیصر و کسریٰ کی مملکت سے کہیں بڑھی ہوئی ہے جسکو حضرت عمر نے فتوحات متواترہ کرکے کہیں سے کہیں پہنچایا ہے ایک فاقہ کش محتاج آدمی کو جس کے گھڑے پر مٹی کا پیالہ نہیں دی جاتی ہے مگر اس شرط پر کہ وہ پچھلے سلاطین کے قدم بہ قدم چلے لیکن وہ فقیر باوجود ضرورت و احتیاج شرط مذکور پر اس سلطنت کو ہرگز لینا نہیں چاہتا بلکہ بجائے خود سوچ رہا ہے کہ اگر میں بادشاہ ہوگیا تو گذشتہ سلطنتوں کے قوانین درہم و برہم کردونگا یہ بات دو حال سے خالی نہیں اول یہ کہ وہ شخص محض خارج العقل ہے۔ مگر یہ خیال سوانحات دیگر وجوہ کے فوراً واقعات کمیٹی پر نظر کرنے سے بدل جاتا ہے کیونکہ اگر وہ دیوانہ ہوتا تو سر دفتر مجلس شوریٰ اول اُس سے دریافت نہ کرتا

معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے نزدیک تمام مجمع میں اُس سے دوسرا اعقل الناس نہ تھا اگر ہوتا تو صدر عبد الرحمن کی طرف متوجہ ہوتا دوم یہ کہ فی الواقع وہ انکار کنندہ مرد عاقبت اندیش و مصلحت بین تھا۔ پہلے حکمرانوں کے معاملات کو وہ مطابق حکم خدا و رسولؐ نہ جانتا تھا۔ نظر برآں اُن کے اتباع سے انکار کیا حضرت عمر نے بہت سوچ سمجھکر عبد الرحمن کو سر دفتر ارباب مشورت تجویز کیا تھا جناب دوم جانتے تھے کہ یہ میلان مزاج ان دو صاحبوں کی طرف ہے اس لئے حکومت اسلام کو اُسکے اصلی مرکز پر نجانے دیگا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ایسا نکالیگا جس سے بظاہر بدنامی بھی نہو گی اور مطلب بھی پورا ہو جائیگا چنانچہ اُس نے اوّل ہی وہ اڑنگا لگایا جس سے مطلب دلی نکل آیا۔ ابتدائی خلافتوں میں صرف اس بات پر بیعت ہوا کرتی تھی کہ خلیفہ پر احکام خدا و رسول کی پابندی لازم ہوگی اگر نہ کریگا تو خلافت سے معزول کر دیا جائیگا۔ یہ الفاظ بنظر اتمام حجت کہے جاتے تھے جیسے کہ اب حکام سے حلف لیا جاتا ہے جسطرح کہ اس وقت بعض باخدا ترس وصف حلف بدعملیاں کرتے ہیں ایسے ہی اُسوقت بھی تھا اِسکا ثبوت گفتگوئے عبد الرحمن سے پیدا پورا ہو رہا ہے اگر شیخین محض حکم خدا اور سنت رسول اللہ پر چلتے اور اپنا جوہر طبیعت نہ دکھاتے تو عبد الرحمان صاحب کو اُن کی سیرت پر تیسرا نمبر ڈالنے کا موقع نہ ملتا معلوم ہوا کہ وہ شاخ سوم باغ اسلام میں شیخین نے ایسی لگائی تھی کہ جسکو بقول مصنف نظام عثمانی حضرت امیر جڑ سے کاٹ ڈالتے۔ اب میں خلفاء کی وہ بعض باتیں دکھلاتا ہوں جو کہ باسم سیرت اہل سنت میں بولی جاتی ہیں اور جنپر عمل کرنے سے حضرت علیؑ نے انکار کردیا تھا تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطی نے اُن تمام باتوں کا شمار کیا ہے جن کو ثلاثہ نے جداگانہ اپنے اپنے اوقات میں جاری کیا تھا اور ہر ایک خلیفہ کے ذکر میں یہ لفظ اوّلیات اُن کو لکھا ہے یعنی اسبات کا پہلا جاری کرنے والا فلاں خلیفہ ہے اُن تمامتر باتوں کا بیان میرے امکان سے باہر ہے مختصر طور پر وہ معاملات عرض کرتا ہوں جنکو مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی مؤلف ہدیۃ الشیعہ نے لکھا ہے۔ یہ صاحب عند السنیہ بڑے درجہ کے علماء میں معدود ہیں مدرسہ دیوبند کے بانی یہی ہیں اہل سنت علماء ہند میں ان کو اعلیٰ نمبر دیتے ہیں آخر عمر میں ان کے کفر کا فتویٰ بھی علماء دہلی وغیرہ نے دیدیا تھا جو کہ تحفۃ الاشعریہ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صفحہ آخر پر چھپا ہوا ہے ناظرین تعجب فرمائیں گے کہ ایک کافر کے بیان سے استدلال کرتا ہے اُن کو آگاہ ہونا چاہیے کہ حضرت موصوف خدانخواستہ ویسے کافر نہ تھے جو کہ عرف میں کہے جاتے ہیں بلکہ وہ اُن کفار میں داخل ہیں جو کہ سُنی صاحبوں کی نگاہ میں خاص عزت رکھتے ہیں (دشمن اہل بیت) صرف اس جرم میں اُن کو بعض علماء نے کافر قرار دے دیا کہ فدک کی بحث میں لکھدیا تھا یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْۤ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ میں رسولؐ خدا مخاطب نہیں ہیں بلکہ اُمت کو منجانب خدا

جو انتظام خلافت کیا تھا وہ اکثر و تمامتر کتب اہل سُنت میں درج ہے۔ میں اس جگہ نظام عثمانی مؤلفہ حکیم جلیل قریشی سکنہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر کے صفحہ (۳۹) سے ارباب کمیٹی کے نام مع اُن قیود و شرائط کے جو کہ عمر صاحب نے قایم فرمائے تھے حوالہ قلم کرتا ہوں۔

نام اُن لوگوں کے جو کہ بحکم عمر مجلسِ شوریٰ کے لیے منتخب ہوئے تھے

اوّل حضرت امیر۔ دوم عثمان۔ سوم سعد ابن ابی وقاص۔ چہارم طلحہ۔ پنجم زبیر۔ ششم عبدالرحمن ابن عوف۔ صفحہ مذکورۂ بالا کی سطر ۲۲ پر یہ عبارت ہے (عمر نے پچاس آدمی ہتھیار بند اس واسطے تعینات کیئے کہ اگر اہل شوریٰ سے پانچ آدمی ایک طرف ہوں اور ایک اکیلا ایک طرف ہو تو اس کو فوراً گردن مار دو اور اگر چار کی دو مخالفت کریں تب بھی تلوار سے کام لو اور اگر دو جانب پلّہ مساوی ہو۔ تو جس جانب عبدالرحمن ابن عوف ہو اُسکو ترجیح دو۔) یہ عجب انتظام ہے کہ جو لوگ خلافت کیلئے انتخاب کیے گئے تھے وہ حضرت عمر کے نزدیک قابل قتل بھی تھے کیوں نہو خلاف سنت رسول و سیرت ابوبکر صدیق حضرت عمر نے ایک تازہ بدعت کر کے کمیٹی منعقد کی تھی بہرحال اُس کا وہی عنوان ہونا چاہیئے تھا جو کہ بدعتی باتوں کے لئے ضروری ہے۔ حضرت امیر و جناب عثمان و طلحہ و زبیر وغیرہم کو بقول اہل سنت آنحضرتؐ مبشر بجنت فرمائیں اور جناب عمر اُن کے قتل کا فتویٰ دستخط کریں۔ مزید براں یہ کہ نفس رسولؐ پر عبدالرحمن ابن عوف کو کہ ادنیٰ صحابہ میں داخل تھے۔ فوق دین میں تبلائے دیتا ہوں کہ حضرت عمر نے چلتے وقت یہ کانٹا کیوں لگایا تھا اسکی وجہ یہ تھی حضرت دوم چاہتے رہے کہ کسی ترکیب سے علیؑ قتل ہو جائیں تو خلش باطنی جاتا رہے اور دامن اسلام میں جو یہ خار اُلجھا ہوا ہے باقی نہ رہے وہ خوب جانتے تھے کہ عبدالرحمن ابن عوف ہرگز علیؑ کو خلافت کے لئے منتخب نہ فرمائیں گے نتیجہ میں معاملہ شوریٰ منجر باختلاف ہوگا پس بایں حیلۂ شرعی علیؑ کا دفعیہ ہو جائیگا۔ ہر شخص اپنے معاملہ کے پہلو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ حضرت امیر بہ فراست خداداد سمجھ گئے کہ عمر نے بہ جوشِ مادۂ فاروقیت میرے محروم از خلافت ہو جانے کی یہ تدبیر کی ہے۔ چنانچہ کتاب داب حیدری مؤلفہ حکیم جلیل قریشی ساکن گلاؤٹھی ضلع بلند شہر کے صفحہ (۱۶) پر یہ عبارت لکھی ہے "جب کہ عمر نے چھ شخصوں میں خلافت کو محصور کیا تو حضرت علیؑ نے اپنے چچا عباس سے کہا کہ خلافت مجھکو نہیں مل سکتی

کیونکہ سعد ابن ابی وقاص عبدالرحمن کا چچا زاد بھائی ہے وہ اُس کی مخالفت ہرگز نہ کرے گا اور عبدالرحمن
عثمان کا خسر ہے ان دونوں میں بھی اختلاف نہ ہوگا۔ یہ ہی آپس میں کسی ایک کو خلیفہ بنا لیں گے۔ ہر چند کہ
حضرت عمر تمام انتظامات ملکی و مالی میں عقل سلیم رکھتے تھے۔ مگر خاندان نبوت کے مٹانے برباد کرنے میں ایسی
تدابیر شایستہ کرتے تھے کہ سوائی اُن کے وہ باریک باتیں دوسرے مسلمان کا دماغ قبول نہیں کر سکتا تھا۔
اہل تمدن کا قاعدہ ہے کہ جب کسی خاندان سے سلطنت لے لیتے ہیں تو پھر کبھی اُن کو یا جن لوگوں پر خاندان معزول
کی خیر طلبی کا احتمال ہوتا ہے کوئی ملکی یا مالی عہدہ نہیں دیتے۔ بلکہ ایک ادنی زمیندار جب جابرانہ و غاصبانہ طریقہ
سے کسی کی جائداد پر قابض ہو جاتا ہے تو زمیندار اول کا اُس گاؤں میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ مگر خدا ترسی کرکے
کچھ وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں تاکہ فاقہ کرکے ہلاک نہ ہو جائیں۔ حضرت دوم نے چونکہ زیرک و دانا تھے
تمام بنی ہاشم سے کبھی کسیکو چار روپیہ کا چپراسی بھی نہ کیا اُن کے ہواخواہ حضرت مقداد و سلمان و ابو ذر وغیرہا کو
بھی گھر کے باہر قدم رکھنے کی تکلیف نہ دی گو کہ یہ فعل عمر مخالف قانون سلاطین زمانہ نہ تھا۔ مگر شکایت یہ ہے
کہ ان پاشکستوں کا بیت المال سے روزینہ ہی مقرر فرما دیتے تاکہ بلائے فاقہ کشی سے بچکر یہودیوں کی
مزدوری تو نہ کرتے جناب عمر نے بلا کسی حکم تحریری کے خاندان نبوت سے سلب ملازمت کیا تھا مگر حضرت
معاویہ نے اُن کے دلی ارادے کو پورا کرنے کی غرض سے اشتہار گشتی شایع کر دیا کہ کوئی بوترابی کسی
سررشتہ میں نوکر نہ رکھا جائے۔ اس موقع پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُن مکاتبات کا ذکر کر دیا جائے
جو کہ یزید خلیفہ ششم اور حضرت عبداللہ ابن عمر کے باہم زبان قلم پر آئے ہیں تاکہ حضرت عمر کی وہ تدبیریں
جو کہ بحیثیت اسلام آل نبی کے تباہ کرنے میں اُن سے واقع ہوئیں معلوم ہو جائیں۔ بعد واقعہ کربلا خلیفہ
دوم کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ نے ایک خط یزید کو باین خلاصہ لکھا کہ شہادت امام حسینؑ سے اسلام
کو سخت ضرر پہنچ گیا ایسا فعل آپ کو مناسب نہ تھا اُس نے جواباً لکھا کہ اے احمق ہم بچھے ہوئے بچھونے
آراستہ کمرے میں آ کر بیٹھے ہیں ہم نے جو کچھ کیا وہ آپ کے والد ماجد کی تدابیر کا ثمرہ اور نتیجہ ہے نہ وہ
ابتدا زیہ ظلم کرتے نہ ہم اُن کے قدم بقدم رکھکر آگے بڑھتے اگر اولاد علیؑ کے ساتھ یہ ظلم و ستم پیش آنا کوئی جرم
ہے تو اپنے باپ کی لائف (سوانح عمری) دیکھئے یہ پتے کی بات سنکر کاتب صاحب خاموش ہو گئے۔
کوئی جواب الجواب بر رد رقعہ یزید نہ لکھ سکے۔ واقعہ صدر تاریخ بلاذری کے صفحہ (۶۷۲) پر حسب
صراحت بالا مصرح ہے فضل ابن روزبہان نے کتاب ابطال الباطل میں روایت مذکورہ کا انکار نہیں کیا

فہرست تالیفات سجادحسین

رسالۂ سجادیہ۔ اس میں ثلاثہ کا انفاق بخاری و مسلم سے ثابت کیا گیا ہے۔

مسکت المخالف۔ خوارج کے مقابلہ میں حضرت امیرؑ کے ایمان پر بجواب اہل سنت [illegible]

تصویر غالب و مغلوب۔ بجواب اہل سنت دکھلایا گیا ہے کہ شیعہ سنیوں کے مقابلہ میں غالب ہیں

پاکیزہ خیال۔ ایک سنی کے شیعہ ہونے کی حقیقت ظاہر کی گئی ہے۔

دلیل المتحیرین۔ مرزا حیرت کا جواب دیا گیا ہے جس میں خلافت شیخین سے خلافت ثابت کی گئی ہے

اعجاز داؤدی۔ معرکۃ الکرامہ مولوی خلیل احمد صاحب کا جواب ہے۔

شرح کنز مکتوم۔ حضرت امّ کلثوم پر جو عقد عمر کا اتہام کیا گیا ہے اسکو ربط و عقد سے بیان کیا گیا ہے

آفتاب خلافت۔ حضرت امیرؑ کی خلافت بلافصل بدلائل خاص ثابت کی گئی ہے۔

جام جہاں نما۔ ایک سو پچیس ۱۲۵ باتیں کتب اہل سنت سے ایسی دکھلائی گئی ہیں جن کا جواب ناممکن ہے۔

مشعل ہدایت۔ ایک سنی فاضل صاحب کے آٹھ سوالات کا جواب دیا گیا ہے۔

تقریر دلپذیر۔ ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں کوئی شئی نہیں۔

دُرِ بے بہا۔ حسب صراحت نمبر ۲۔

اصل التحقیق بردالتحقیق بجواب پاکیزہ خیال ایک سنی نے رسالۂ التحقیق لکھا تھا اس کا مفصل جواب ہے۔

سرمۂ خاموشی۔ بدلائل شائستہ ثابت کیا گیا ہے کہ سنی و شیعہ کا قیامت میں کیا نتیجہ ہوگا۔

دافع وہم۔ تقیہ کی مفصل بحث ہے۔

مکالمہ دلچسپ۔ ایک فاضل سنی کے چند سوالات کا جواب ہے۔

فلسفہ شہادت۔ جناب امام حسینؑ کی شہادت کو فلسفی طریقہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

الہادی۔ نئے اسلام لانے والے معلوم کرسکتے ہیں کہ منجملہ ۷۲ فرقوں کے کون حق پر ہے

الآیات۔ اہل سنت جو آیات قرآنی بخلاف شیعہ پیش فرماتے ہیں اُنکا [illegible]

عطر ایمان - دو سنیوں کا شاہجہاں پور میں شیعہ ہونا اور پھر اُن کی فرمائش کی لائف۔

اصول دین - عقلاً اصول دین پانچ ہو سکتے ہیں۔

اولی الامر - اولی الامر مندرجہ آیہ قرآن کون بزرگ ہیں معہ دیگر حالات

تحقیق جدید - حضرت عمر کا نسب نہایت صحیح طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔

بحث قرآن - قرآن کی ترتیب کیسے ہے اور حضرت امیرؑ نے اپنا جمع کیا ہو قرآن [illegible]

ثبوت وراثت انبیاء - بنارس میں ایک سنی نے انکار کیا ہے کہ انبیا [illegible] نہیں ہوتی اُسکا ابطال کیا ہے۔

رسالہ متعہ - کتب اہل سنت سے متعہ کا ثبوت۔

آئینۂ حق نما - ایک جدید شیعہ نے تیس سوال لاحل پیش کئے ہیں

صراط مستقیم - ایک سنی نے اپنے شیعہ ہونے کی وجوہ لکھی ہیں۔

اسمائے رسائل زیر طبع

(۱) تحقیقات ہدا

(۲) رفع الزام

(۳) واقعات برات

(۴) لشکر اُسامہ

(۵) بحث دوات و قلم

(۶) حالات فاروق

(۷) خطبہ جناب سیدہؑ

(۸) حقیقت لعن حریر

(۹) تاثیرات نجوم

(۱۰) توضیح خطبات جناب امیر علیہ السلام

(۱۱) مولود مسعود

(۱۲) اقتدار صحاح ستہ

سوائے ان رسائل کے انشاءاللہ اور بہت کتابیں لکھی جائیں گی۔ مومنین سے طالب دعا ہوں۔

قرآن مجید مترجم

بان اُردو روزمرہ مطابق روایات اہلبیت علیہم السّلام

دوراں فصیح البیان دقیقہ شناس رموز قرآنی متکلم و مناظر لاثانی جناب مولانا مولوی حکیم
ل احمد صاحب دہلوی دام ظلہ العالی کا ہے ہر صفحہ پر اُسکے متعلق تفسیری نوٹ ہیں جو نوٹ
پورے نہیں آسکے اُسکا صرف خلاصہ درج ہوا ہے اور تفصیل ضمیمہ میں لکھی جائیگی۔ لیکن
ایک صفحہ کے نوٹ دوسرے اور تیسرے صفحے کے حواشی پہ چلے جائیں اور متلاشی کو
لیف اُٹھانی پڑے بعد تیاری قرآن مجید تخمیناً ۵ جزو کا ایک دیباچہ چھاپا جائیگا جس کے
ودہ مقدمات ہوں گے۔ تلاوت قرآن مجید کے فضائل رموز اوقاف تعداد آیات
ترتیب نزول و ترتیب موجودہ کے اختلافات اور آیات کے ناسخ و منسوخ۔ محکم۔ متشابہ۔ خاص و
عام وغیرہ کل امور سے مختصر بحث کی جائے گی۔ کچھ تھوڑا سا ذکر علم نجوم کا بھی ہوگا۔ اور قاریوں
کے اختلاف کا بھی آخر کا ضمیمہ غالباً ۱۵ یا ۲۰ جزو سے کم نہوگا ہر پارہ (۳۲) صفحوں پر ختم ہے احتیاطاً
مجتہد العصر والزماں کی نظر سے بھی گذرا جاتا ہے اور صحت کے اہتمام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں
کیا جاتا۔ اندریں صورت ہزار پانسو کی تعداد سے چھپوانے میں چونکہ مصارف بہت زیادہ ہوتے
اور شیعوں میں بامحاورہ اور اُنکے ائمہ کی احادیث و روایات کے بموجب ترجمہ ناپید ہونے سے جو سخت ضرورت
عقلا کے نزدیک محسوس ہو رہی تھی اُس کو مدنظر رکھکر کئی ہزار بلحنت طبع کرایا جاتا ہے تاکہ ہم بار بار کی محنت
اور شائقین انتظار طبع ثانی کی دقت سے بچیں۔ چودہ پارے تیار ہو چکے ہیں اور ہر دوسرے مہینہ دو پارہ
تیار ہو کر شائع ہوتے ہیں۔ اور قوم کی مختلف حالتوں کے لحاظ سے صرف تین قسم کے کاغذ پر طبع ہوا
ہے۔ بلحاظ کاغذ ہدیہ ۸/ ۶/ ۴/ فی پارہ مع خرچ ڈاک وغیرہ مقرر ہے اب ناظرین سے امید ہے کہ بغور
ملاحظہ ہذا نہ فقط خود اسکے خریدار نہیں بلکہ اپنے احباب اعزہ و اقربا کو ترغیب دیکر کوشش کریں کہ جلد از جلد یہ
قرآن ختم ہو جائے۔ پتہ و اسم گرامی قسم ہدیہ وغیرہ صاف صاف تحریر فرمائیں کہ تعمیل میں دقت نہو۔ نمونہ ہر قسم کے کاغذ
اور لکھائی چھپائی کا فرمائش آنے پر مفت بھیجا جاتا ہے۔ المشتہر [illegible] دہلی

۱۴ دسمبر ۱۹۱۱